محمد مختار شاہ

قتل ہی قتل
محمد مختار شاہ

کتاب ---------- قتل ہی قتل

مصنف ---------- محمد مختار شاہ

پروف ریڈنگ ---------- سید محمد نثار گیلانی

باہتمام ---------- اصغر علی بٹ

اشاعت اوّل ---------- یکم ستمبر 1999ء

مطبع ---------- شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت ---------- 80 روپے

6 امریکی ڈالر،

6 سعودی ریال

Code: 6M09

گیلانی پبلیکشنز ○ لاہور

50۔ نیو شالیمار روڈ لاہور فون: 042-7469510

سیل: 0321-8489101 ,0300-8489101

فہرست

○○○○○○○○○○○

ھدیہ

میں یہ کتاب اپنے محسن

جناب رضی نیازی صاحب

کی نذر کرتا ہوں۔ جو کسی
کے حق کو قتل نہیں کرتے۔

○○○○○○○○○

انتساب :-

فاختہ اور زیتون کی شاخ کے نام
جو پوری دنیا میں امن کی علامت
ہے (لیکن اقوام متحدہ نے زیتون
کی شاخوں کو آگ لگا کر فاختہ بھون
کر کھا لی ہے)

سنئے

میں مختارشاہ کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب یہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں ۲۵ جنوری ۱۹۶۸ء جمعرات کے دن سے اُس کے ساتھ ہوں۔ دن ہو یا رات ۔۔۔ دھوپ ہو یا برسات ۔۔۔ خاموشی ہو یا بات ۔۔۔ میں نے کبھی اُسے نہیں چھوڑا۔ بس اندھیرا ہوتا تو چھپ جاتا۔ سویرا ہوتا تو اُٹھ جاتا۔ بچپن ہی سے اس نے کسی کو نہیں مارا۔ گھر پڑھ کے آتا تھا، لڑ ۔۔۔ کے نہیں آتا تھا۔ جب بھی لڑا خود سے لڑا۔ نفسِ امارہ سے لڑا۔ کہتا ہے لڑنے جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔۔۔ وقت ضائع ہوتا ہے ۔۔۔ تم نے جتنی دیر دشمن سے لڑنا ہے اتنی دیر محنت کر لو ۔۔۔ یا صبر کر لو ۔۔۔ یہ کچھ عرصہ اپنے گاؤں ملکوال بھی رہا۔ وہاں ان کے بزرگوں کی قبریں ہیں۔ ان کی نسل پیر سید حاجی شیخ احمد ولی رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؒ) سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔

محمد مختار شاہ بن طالب حسین شاہ (المعروف علامہ صدیقی) بن غلام حسین شاہ بن غلام رسول شاہ بن چمن شاہ بن قاسم شاہ بن سید حسن شاہ بن سید شاہ محمد بن سید رضا شاہ بن شمس الدین شاہ بن تصور شاہ بن عبداللہ شاہ بن محمد حنیف شاہ بن تقی شاہ بن ظہور الحسن شاہ بن باغ علی شاہ بن صالح شاہ بن سید عبدالسلام شاہ بن سید تاج محمود شاہ بن شیخ المشائخ (خلیفہ سید عبدالقادر جیلانی) پیر سید احمد ولی بن سید محمد شاہ افغانی بن سید جعفر شاہ بن سید یحیٰی شاہ بن سید اصغر شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ابراہیم شاہ بن عبدالمحض شاہ بن سید حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کا یہی سبق ہے کہ خواہشات کو قتل کرو ۔۔۔ نفس امارہ کو مارو ۔۔۔ اور انسانیت کو بچاؤ ۔۔۔ اگر پریشانیاں، غصہ اور خواہشات آپ پر غلبہ پالیں تو فوراً مسجد کی طرف دوڑیں۔ وضو کریں اور ذکر اللہ کے وہ تیر چلائیں کہ یہ سب گھائل ہو

جائیں۔ نظر سے گرانا اور نظر سے مارنا دونوں اچھی عادات نہیں ہیں۔ البتہ نظر سے سمجھانا ٹھیک ہے۔ برتن توڑنا بری بات ہے۔ لیکن دل توڑنا ۰۰۰ ارمان توڑنا اس سے بھی بری بات ہے۔ "لڑائی مارکٹائی" کو اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔ لیکن استاد کی مار شاگرد کے لئے اور ماں باپ کی مار بچے کے لئے تریاق ہے۔ آپ کسی بھی شعبہ کے سربراہ ہیں۔ ایک بات عرض کروں گا۔ جہاں خاموشی سے کام چلتا ہو۔ وہاں زبان استعمال نہ کیجئے ۰۰۰ جہاں بولنے سے کام بن جاتا ہو وہاں ہاتھ استعمال نہ کیجئے ۰۰۰ اور جہاں ایک تھپڑ سے کام چلتا ہو وہاں گھونسہ استعمال نہ کیجئے ۰۰۰ جہاں گھونسہ کام بناتے وہاں اسلحہ کام میں لانے کا فائدہ؟ ۰۰۰ چھوٹی شے سے بڑے بڑے کام لینا فنکاری ہے نہ کہ بڑی شے سے چھوٹے کام لینا۔ آپ چڑی کو غلیل سے شکار کر لیں۔ پمپ ایکشن سے چڑی مارتے ہوئے اچھے نہیں لگتے۔ اللہ کو دیکھئے اس نے پہلے اپنے دشمنوں کو مہلت دی۔ کلام سے سمجھایا۔ پھر تھوڑی سی تکلیف دے کر سمجھایا جب وہ نہ سمجھے تو چھوٹی چھوٹی اشیاء سے اپنے دشمنوں کے بڑے بڑے لشکر تباہ کروا دیئے۔ مثلاً ابابیل سے ہاتھی مروا دیئے ۰۰۰ مچھر سے نمرود کا لشکر مروا دیا ۰۰۰ پانی سے فرعون اور اہل فرعون کو تباہ کروا دیا۔ آپ نے مختار کی باتیں سنیں؟ اچھی باتیں کرتا ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے میں کون ہوں؟ میں اس کا سایہ ہوں۔ میرا اور مختار شاہ کا خالق اللہ ہی ہے۔ میرا پتہ اور مختار شاہ کا پتہ ایک ہی ہے۔ آپ نے مجھ سے ملنا ہو اس سے مل لیجئے ۰۰۰ اللہ حافظ

"سایہ"

OOOOOOOOOOO

حمد

تعریف کے لائق ہے وہ اللہ جس نے حکم دیا اولاد کو رزق کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ایک ناحق قتل ۔۔۔ انسانیت کا قتل ہے اور ظالم قاتل کو قتل کرنا انسانیت کا بچاؤ ہے۔ جس نے عیسیٰؑ کو لڑنے سے منع کیا لیکن ہمیں مظلوموں کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

تعریف کے لائق ہے وہ اللہ جو امن کو پسند فرماتا ہے۔ اس نے جہاد کا حکم بھی امن قائم رکھنے کے لئے دیا۔ وہ تلوار کو پسند نہیں کرتا پیار کو ۔۔۔ کردار کو ۔۔۔ اور اچھی گفتار کو پسند کرتا ہے۔ اسے وہی لڑکے برے نہیں جو لڑ۔۔۔ کے نہیں آتے۔

OOOOOOOOOOO

OOOOOOOOOO

نعت

حمد و ثنا کے بعد صلوٰۃ و سلام اس ذات بابرکات پر جنہوں نے کسی انسان کو قتل نہیں کیا۔ جنہوں نے اپنے چچا امیر حمزہؓ کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔ فاتح عرب ہو کر داخل ہوئے مگر کسی کو اُنگلی تک نہ لگائی۔ سُبحان اللہ! مجاہدوں کو حکم دیتے تھے عورتوں کو قتل نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، راہبوں کو قتل نہ کرنا۔ صلوٰۃ و سلام اس ہستی پر جس نے عربوں کی قتل و غارت کو ختم کروایا اور اُنہیں آپس میں بھائی بھائی بنایا۔

OOOOOOOOOO

جھگڑا:

یہ لفظ اپنے اندر کم سختی رکھتا ہے۔جب کہا جاتا ہے کہ فلاں جگہ جھگڑا ہو گیا تو ذہن میں اول اول یہی آتا ہے کہ گفتگو میں سختی آگئی اور لڑائی کے لفظ میں زخم کا تصور ابھر تا ہے۔ جھگڑا کی انتہائی صورت قتل ہے۔ جھگڑے کا آغاز ناپسندیدگی سے ہوتا ہے۔ کسی کی بات پسند نہ آئی یا عمل پسند نہ آیا .... نفرت پیدا ہوئی اور جھگڑے کی شروعات لوگ کہتے ہیں کہ لڑائی کی تین وجوہات ہیں۔ زن' زر' زمین۔ میں کہتا ہوں کہ دو وجوہات ہیں EGO اور حرص۔ آپ اگر غور فرمائیں تو مندرجہ بالا تینوں میں بھی حرص مشترک ہے۔ایک آدمی کے من میں خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں عورت بڑی خوبصورت ہے۔ کاش کہ وہ میرے قبضہ میں ہوتی اس حرص نے اس کو ہر حربہ استعمال کرنے پر مجبور کیا۔

ایک صاحب نے لوگوں کو دیکھا کہ بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں کاریں ہیں بینک بیلنس ہے اس کے دل میں حرص پیدا ہوئی کاش یہ سب کچھ میرے پاس آجائے ...... یہ حرص شدید ہو جائے تو وہ کوشاں ہو جاتا ہے۔

پرانے زمانے میں امیر آدمی وہ گنا جاتا تھا جو بہت زیادہ زمینوں کا مالک ہوتا تھا۔ جس کی زمین زیادہ ہوتی تھی وہ پورے گاؤں کا مالک ہوتا۔ اب کسی نے جاگیردار کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھی تو زیادہ زمین کا مالک بننے کی حرص پیدا ہوئی۔ یہ طمع حرص آدمی کو لڑاتی ہے اور بات قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ اپنی چادر سے باہر پاؤں کیوں نکالتے ہیں..... ؟ اپنی چادر میں ہی رکھیں دوسرے کی چادر لینے کی کوشش نہ کیجئے۔ حدود کے اندر رہتے ہوئے چیز کا حصول ثواب ہے۔ حدود سے تجاوز ہی عذاب ہے۔

آپ کو عورت اچھی لگی اس کے ماں باپ سے مہذب طریقے سے مانگیے۔ یہ ثواب

ہے جبر سے لینا چاہو گے تو لڑائی کا آغاز ہوگا۔

آپ کاروبار کریں مال کمائیں مناسب منافع پہ بیچیں اور زر حاصل کریں۔ یہ تو ثواب ہے اگر چھین کرلیں چھپا کرلیں تو عذاب ہے۔

کوئی زمین بیچتا ہے تو خرید لیجئے لیکن قبضہ کرو گے تو لڑائی کا آغاز ہوگا۔

یہ تھانے' عدالتیں' حوالات' حرص کی پیداوار ہیں آج انسان حرص چھوڑ دے صبر شروع کردے قناعت اپنا لے وکلاء ختم ہو جائیں ڈاکٹرز کی ضرورت نہ رہے عدالتیں سنسان ہو جائیں اور حوالات خالی ہوں۔ ایک وجہ EGO ہے انسان اپنی ہر بات کو درست سمجھتا ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو؟ یہ EGO ہی ہے یعنی جس نے شیطان کو ذلیل کر کے رکھ دیا اور اللہ تعالی کا نافرمان بنایا۔ EGO اور حرص کی بناء پر لڑائیاں تو ہوتی ہی رہیں گی۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ختم کس طرح کی جائیں؟ پہلا حل تو یہ ہے کہ انسان کے اندر لڑنے کا جو جذبہ موجود ہے اس کا صحیح رخ متعین کیا جائے اور EGO کا حل یہ ہے کہ جب بھی کوئی بات ہو سامنے صرف خدا کی ذات ہو۔ یعنی یہ نہ سوچئے اور دیکھئے کہ میرے حق میں ہے کہ نہیں بلکہ یہ دیکھئے کہ اس مقام پر خدا اور اس کا رسول ﷺ کیا کہتا ہے۔ اگر وہ آدمی اپنی EGO اللہ کی رضا کو بنالے تو پھر لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔

باقی رہ گیا، حرص و طمع "اس کا سدباب یوں ہو سکتا ہے کہ طمع کرو، اشاعت اسلام کا اور رسول ﷺ کی عزت بڑھانے کا" دوسرے مسلمانوں سے نیکی میں بڑھنے کا آدمی کو غصہ آنا چاہئے غصہ آنا ضروری ہے۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ لیکن غصہ تب آنا چاہئے جب دین کا نقصان ہو رہا ہو۔ اگر آپ کو غصہ نہ آتا ہوگا تو آپ دوسرے کو برائی سے کیسے روکیں گے؟ بدمعاش کو کیسے ٹوکیں گے؟ غصہ کرو برائی کے ظاہر ہونے پہ برائی

کو روکنے کے لئے۔۔۔!!!

لڑنا انسان کی فطرت ہے۔اسے اللہ نے ختم نہیں کیابلکہ رخ متعین کر دیااور فرمایا، اللہ کی راہ میں لڑو" شیطان سے لڑو نفس امارہ سے لڑو کیونکہ اسلام کے اندر لڑنے کا مقصد لڑائی کو ختم کرنا اور امن قائم کرنا ہے ۔ لڑائی کو ختم کرنے کا طریقہ (c.c.colton) نے بتایا ہے۔

Two things well considered, would prevent many quarrel s, first to have it well ascer tained whether we are not disputing about terms rather than things, and secondly, to examine whether than on which we differ is worth contending about

پہلا قتل حرص کی بناء پر ہوا۔ قابیل کے من میں حرص پیدا ہوئی کہ خوبصورت عورت میں لوں اور بھائی کو مار دیا اور فرشتوں نے جو ہماری خامی بیان کی تھی وہ بھی یہی تھی کہ قتل و غارت کرے گا۔ یہاں ایک نکتہ عرض کرتا جاؤں۔ آدمؑ کے تذکرہ میں فرشتوں نے کہا کہ یہ قتل و غارت کرے گا اور جنگ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی خاطر قتال کرنے آئے۔ آپ عورت کی خاطر ضرور لڑیں مگر وہ عورت آپ کی بہن ہو۔ ماں ہو بیٹی ہو ایک معشوقہ کیلئے!!! لڑو ملک و قوم کی بچیوں کی عزت کی خاطر ملک و قوم کی بیٹیوں کی عزت بچانے کے لئے لڑو گے تو ہیرو کہلاؤ گے عزت لوٹنے کیلئے لڑو گے تو زیرو کہلاؤ گے۔

آپ زمین کی خاطر لڑنا چاہتے ہیں ضرور لڑیئے مگر چند مرلوں کیلئے نہیں بلکہ سرزمین

پاکستان کے لئے۔ کفار سے لڑیئے جنت کے حصول کے لئے جنت تو ہے ہی تلواروں کے سائے تلے۔ دولت کے لئے لڑنا چاہتے ہیں کہ آپ کو زیادہ دولت ملے تو دولت ایمان کے لئے لڑیئے زندگی میں صبر کی بہت ضرورت ہے۔ حرص جھگڑوں کی چابی ہے صبر تالا ہے۔ جھگڑالو پریشان رہتا ہے اسے آئے دن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ (Gay Fables) کہتا ہے:

Those who in quarrels interpose, most often wipe a BLOODY nose

"جو جھگڑا میں پڑتا ہے وہ اکثر خونی ناک صاف کرتا ہے" اور جھگڑا میں سچ بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ Syorus کہتا ہے

In quarreling the truth is always lost.

گھریلو قتل

اس سے مراد وہ قتل لے رہا ہوں جو میاں بیوی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ان کا آغاز معمولی سی بات سے ہوتا ہے۔ بات طلاق اور قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ میاں بیوی میں جھگڑا عموماً تین ماہ بعد شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ چیز پر مکمل قبضہ ہو جائے اور پوشیدہ کچھ نہ رہے تو ذہن میں کشش ختم ہو جاتی ہے۔ عورت سمجھتی ہے شاید یہ توجہ نہیں دے رہا۔ کسی اور طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ اس عورت نے کوئی بات کی اور خاوند صاحب گھوڑے چڑھ گئے اور بیوی کو پانچ سات سنا دیں۔ بیوی عقلمند ہو تو خاموش ہو جاتی ہے۔ اگر بیوقوف ہو تو بات بڑھ جاتی ہے۔ جب بحث و مباحثہ ہو رہا ہو تو ہر فریق کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کوئی ایسی بات کروں کہ اگلا چپ ہو جائے اور یہ بات ایسی ہوتی ہے جو اگلے کو بچھاڑ کر

رکھ دیتی ہے۔ بس میاں بیوی میں سے کوئی ایسا جملہ بول دیتا ہے جس سے اگلا تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ اسے یہ یاد رہتا ہے پھر کبھی جھگڑا ہوا تو تکار شروع ہو گئی۔ پچھلی باتیں بھی مل گئیں۔ اب زیادہ دیر جھگڑا رہا دونوں میں سے کسی نے ہار نہ مانی یہ جھگڑا طلاق پر ختم ہو گیا اگر آپ کا خاوند کسی اور عورت میں دلچسپی لے رہا ہے تو ایک بات اور یاد رکھئے آپ کے طنز بھرے جملے اور نفرت اور ناراضگی اس عورت کو آپ کے خاوند کی محبوبہ بنا دے گی۔ وہ زیادہ دلچسپی لے گا۔ آپ کا گھر اجڑ جائے گا۔ اس کا بس جائے گا یہ عقلمندی نہیں ہے۔ اگر آپ کو شک ہو گیا ہے تو محبت میں اضافہ کیجئے اسے محسوس ہی نہ ہونے دیجئے وہ آپ کا زیادہ دیوانہ ہو جائے گا کیونکہ وہ خود سمجھتا ہے کہ میں جرم کر رہا ہوں۔ یہ احساس اس کو اندر سے روزانہ تنگ کرتا ہے آخر کار کب تک کوئی لڑے گا۔ وہ اسے چھوڑ دے گا اور آپ کے قدموں میں آگرے گا۔ اگر آپ نے لڑنا شروع کر دیا طنز بھرے جملے پکڑ لئے اسے ذہنی طور پر جواز مل جائے گا کہ میری بیوی اچھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ بیوی سے اس لئے لڑتے ہیں کہ وہ سامان کم لے کر آئی ہے۔ یہ لوگ انتہائی کمینے لوگ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر یہ جھگڑا ساس پیدا کرتی ہے وہ کسی اور کو گھر لانا چاہتی ہے سامان کے لالچ میں اسے پھر ہٹاتی ہے کئی تو ایسی ظالم ساسیں ہیں جو بہو کو جلا دیتی ہیں۔ اسلام آباد کے اندر ایک کیس ہوا تھا۔ ماں اور بیٹے نے مل کر عورت کو جلایا۔ وہ بیچاری خاوند کے پیچھے بھاگتی رہی جان بچانے کے لئے اس نے جلتے ہوئے خاوند کی کلائی بھی پکڑی مگر اس ظالم نے زور سے دھکا دیا صحن کے درمیان دن کو جل کر مر گئی۔ ان جھگڑوں میں بھی حرص کارفرما ہوتی ہے۔ بیوی دوسرے مرد کی حرص کرتی ہے خاوند دوسری عورت کی خواہش کرتا ہے اور جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو عورتیں خاوند کو اپنے آشنا کے ذریعے قتل کروا دیتی ہیں۔

سعودی عرب کا واقعہ

۲۶ نومبر ۱۹۹۸ء کی بات ہے کہ میں عمرہ کیلئے گیا ۱۰ دسمبر کو جدہ اپنے دوست انور کے پاس ٹھہرا ـــــــ وہاں بیٹھے ہوئے ایک دوست نے ایک قتل کیس کی روئیداد سنائی آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔،، ایک آدمی نے پاکستان شادی کی وہ بیوی کو اور اسکی ایک پہلے سے بیٹی تھی اسے لیکر سعودی عرب آگیا۔ کتنا احسان کیا طلاق یافتہ کو اور اسکی بیٹی کو بھی سعودی عرب لایا کافی عرصہ تو وہ ٹھیک رہی اسکی بچی بھی جواں ہو گئی۔ خاوند کاروبار پہ چلا جاتا یہ پیچھے اکیلی ہوتی تھی اس کے محلہ کے ایک آدمی سے تعلقات ہو گئے ۔وہ خاوند کی عدم موجودگی میں آجاتا۔ بات ہوا کے دوش پہ سوار ہو گئی اور محلے میں پھیل گئی اور خاوند تک بھی پہنچ گئی۔ اس نے بیوی سے بات کی۔ بیوی نے سمجھداری سے کام لیا اور خاموش ہو گئی۔ جب وہ کام پہ چلا گیا تو اس نے اپنے آشنا سے کہا کہ میرے خاوند کو پتہ چل گیا ہے اب کیا کریں کہیں ہمیں واپس نہ بھیج دے۔ طلاق نہ دے دے پھر میں کیا کروں گی۔ آشنا نے مشورہ دیا کہ خاوند کو قتل کر دو۔ اور تم میرے ساتھ رہنا۔ اس ظالم ماں بیٹی نے نشہ آور شے پلائی بعد میں ذبح کر دیا۔ سر کاٹ کے علیحدہ کیا اور مسخ کر دیا۔ اور باقی اعضا کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بڑے بڑے کالے شاپرز بیگ میں پیک کیے اور جا کر رات کو ان ڈبوں میں ڈال دیا جو سڑکوں اور محلوں میں گند ڈالنے کے لئے پڑے ہوتے ہیں۔ صبح گاڑی آئی آٹومیٹک طریقے سے لوہے کا ڈبہ اٹھایا اور الٹایا اور گاڑی گند لیکر چل پڑی۔ (ان ماں بیٹی نے قتل کرنے سے ایک ہفتہ پہلے ہی مشہور کر دیا تھا کہ ہم پاکستان جارہے ہیں) شہر سے دور شہر کا تمام گند گاڑیاں پھینک کر چلی جاتی ہیں۔ شیول مشین اٹھا کر ایک جگہ اکٹھا کرتی ہے اور بعد میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ جب وہ اٹھانے لگی تو بلیڈ لگا اور شاپر پھٹ گیا اس نے جب کچرا اوپر

اٹھایا تو سر لڑھکتا ہوا نیچے گرا۔اس نے مشین روک کر پولیس کو اطلاع دی پولیس آئی انہوں نے اس سے ملتے جلتے تمام شاپر زبیگ دیکھے اور پولیس انکے گھر پہنچ گئی۔آپ حیران ہونگے کہ پولیس صحیح پتے پر کیسے پہنچی؟ وہ اس طرح کہ مقتول نے قتل سے ایک ماہ پہلے نیا ٹی وی خریدا تھا اس کے گتے پر اسکا نام و پتہ لکھا ہوا تھا۔وہ بھی عورت نے شاپر میں ڈال دیا۔وہ پتہ پڑھ کر پولیس پہنچی محلہ والوں سے پوچھا کہ اس نام کا آدمی کدھر ہے محلہ والوں نے بتایا کہ وہ پاکستان چلے گئے ہیں۔پولیس نے کیس فائل کر دیا۔کافی عرصہ بعد جب مقتول کی کوئی اطلاع پاکستان نہ پہنچی تو پاکستان والوں نے فیکٹری سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا یہ بندہ تو پاکستان جا چکا ہے۔گھر والوں نے کہا وہ ادھر تو نہیں آیا۔پولیس نے پھر تفتیش شروع کر دی۔آشنا کو معلوم ہو گیا کہ پولیس کبھی نہ کبھی ہم تک پہنچنے ہی والی ہے۔اس نے ٹکٹ لی اور پاکستان فرار ہو گیا۔پولیس تفتیش کرتے کرتے وہاں پہنچ گئی ماں بیٹی نے اقرار جرم کر لیا گرفتار ہوئے عدالت نے سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔لیکن قاضی نے کہا بیٹی تمہاری جوان ہے ہم تو دونوں کو قتل کر دیں گے ۔اگر چاہو تو بیٹی کو بچا سکتی ہو قتل اپنے سر لے لو۔چنانچہ ماں نے تمام جرم اپنے سر لیا ماں کا سر کاٹ دیا گیا اور بیٹی کو پاکستان سفارت خانے کے حوالے کر دیا۔

مذہبی قتل:

یہ قتل مذہب کی آڑ میں کیے جاتے ہیں۔اور قرآن و حدیث کی رو سے قتل جائز کیا جاتا ہے۔یہ لڑائیاں حضرت عثمان غنیؓ کے دور سے شروع ہوئیں۔ان کا بیج منافقوں نے بویا اور تن آور درخت مسلمانوں نے بنایا۔ان لڑائیوں کی بڑی وجہ مذہبی لیڈر ہوتے ہیں یہ پہلے فرقوں سے کچھ جدا گانہ باتیں مع دلائل کے نکالتے ہیں اور بیان کرتے ہیں پھر چند

آدمیوں کو ہمنوا بناتے ہیں۔ جو جاہلیت کی بنا پر تعصب کی بنا پر لالچ کی بنا پر ساتھ مل جاتے ہیں۔ اور یہ باتیں ان کو اچھی طرح یاد کروادی جاتی ہیں اور باور کروادیا جاتا ہے کہ تم قرآن و سنت کے لحاظ سے ٹھیک ہو باقی سب واجب القتل ہے۔ یہ فرقہ اب اپنی طاقت اور پیروکار بڑھانے کیلئے سوچتا ہے جونہی طاقت بڑھ جاتی ہے دوسرے فرقے کو جبراً دبایا جاتا ہے۔ اسکے پیروکاروں کو قتل تک کیا جاتا ہے۔ یہ نئے فرقوں کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح حکومت میں ہمارا اثر و رسوخ بڑھے۔ جونہی کوئی وزیر ان کا معتقد ہوا تو اس فرقے نے حکومتی سطح پر ترویج شروع کردی۔ جو مخالف اٹھا اسے مارا پیٹا قتل تک کروادیا۔ امام مالکؒ کو سربازار پٹوایا گیا۔ اتنا مارا کہ بازو توڑ دیے امام احمد بن حنبل کو معتزلہ فرقے نے کوڑے مروائے شیعوں نے جونہی معزالدولہ کی صورت میں طاقت پکڑی تو سنیوں کو خوب قتل کیا۔ فاطمیوں کی حکومت نے لوگوں کو جبراً شیعہ بنایا۔ ایک آدمی کو صرف اس بنا پر سزا دی کہ اس کے پاس امام مالک کی "الموطا" تھی۔

۱۲۲۰ء میں تاتاریوں نے "رے" پر حملہ کیا تو شافعی مسلک والے لوگوں نے تاتاریوں سے کہا کہ ہم شہر آپ کے حوالے کردیں گے۔ اگر آپ حنفیوں کو قتل کرو۔ تاتاریوں نے شرط قبول کرلی انہوں نے شہر "رے" میں داخل ہوتے ہی پہلے حنفیوں کا قتل عام کیا پھر شافعیوں کو بھی نہ چھوڑا۔

آجکل ہمارے پاکستان میں بھی شیعہ اور وہابی کی لڑائی عروج پر ہے۔ دونوں اطراف سے بڑے بڑے لیڈر قتل ہو رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ بریلوی مکتبہ فکر کا قتل بھی شروع ہو جائیگا اس کیلئے یہ فضا بنائی جارہی ہے۔ کہ یہ مشرک ہیں۔ یہ قبر پوجتے ہیں حالانکہ کسی بچے سے بھی پوچھ لیں وہ قبر اور صاحب قبر کو نہ پوجتا ہوگا۔

اللہ ہی بچائے ایک مکمل فورس اس کام کے لئے تیار کی جارہی ہے۔علامہ اکرم رضویؒ کو قتل کر کے شروعات ہو چکی ہیں یہ مذہبی قتل ہر دور اور ہر قوم میں ہوتے رہتے ہیں۔

۱۵۸۹ء میں فرانس کا شاہ ہنری سوئم ایک مذہبی جنونی جیکوئیس کلمنٹ کے ہاتھوں مارا گیا۔اسکو شکایت یہ تھی کہ بادشاہ عیسائی فرقے Protestant کو بے جا مراعات دے رہا ہے۔اس واقعہ کے بیس سال بعد ہنری چہارم کو فرانس ریولاک نے قتل کر دیا اس آدمی کا موقف یہ تھا کہ بادشاہ پوپ کے خلاف سازش کر رہا ہے۔

مذہبی قتل وغارت کے بارے میں آپ سوچیں گے کہ اسکا سدباب کیسے ہو؟ یہ بات تو آپ ذہن نشین کر لیں کہ اختلافات تو ختم ہو ہی نہیں سکتے۔ایک ہی استاد کے شاگرد آپس میں اور بعض اوقات استاد سے اختلاف رکھتے ہیں۔اختلافات سے مسئلہ کے نئے نئے پہلو واضح ہوتے ہیں ہاں تمام افراد کو آپس میں مخالفت کم کرنی چاہئے۔ہر دوسرے فرقے کے بزرگ کا احترام کرنا چاہئے۔مذہبی قتل وغارت میں بھی "حرص و طمع" بھی کار فرما ہے۔ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ ہم ہی ہم ہوں۔

اب غیر مقلد یعنی اہلحدیث فرقہ دیوبندیوں کو مشرک قرار دیتا ہے کیونکہ دیوبندی مقلد ہیں اور اُنکے نزدیک تقلید شخصی حرام ہے۔دیوبندیوں کے ہی کئی بزرگ قبروں پہ جاتے تھے اور جانا جائز قرار دیتے تھے اور کئی شرک شرک کی رٹ لگاتے ہیں۔لوگ مذہب کی آڑ میں قتل وغارت کا بازار گرم کرنا چاہتے ہیں۔میں ان سے وہی کہنا چاہوں گا جو فرینکلن (Franklin) نے کہا

He that blows the coal in quarrels has nothing to do with, has no right to complain if the sparks fly in his face.

سیاسی قتل:

شیکسپیئر کی بات پڑھیں تو بات آگے بڑھاؤں۔

Beware of entrance to a quarrel ,but being in,

bear it that the opposer may beware thee.

یہ بہت بڑی گیم ہے۔ چھوٹے ملک اندرونی طور پر کھیلتے ہیں اور بڑے ملک، چھوٹے ملکوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ وہ غریب ملکوں کو اپنے محلے ہی سمجھتے ہیں۔ چھوٹے اور غریب ممالک کے سیاستدان اپنے ہی مد مقابل کو مروا دیتے ہیں۔ برتری کی حرص کار فرما ہوتی ہے۔ اس طرح کے قتل کچھ منظر پہ آجاتے ہیں اور کچھ منظر سے ہٹا دیے جاتے ہیں۔ میں جنگوں کو بھی سیاسی قتل و غارت ہی قرار دیتا ہوں۔ ہٹلر کو دیکھئے اس کے ہاتھ سے ایک کروڑ پچیس لاکھ مارے گئے۔ ساٹھ لاکھ صرف یہودی تھے۔ سابق سوویت یونین کے مرد آہن جوزف سٹالن نے لاکھوں انسانوں کو قتل کروایا۔ اور وہ یہ کہا کرتا تھا۔

A single death is a tragedy a million death is static.

فرد واحد کی موت غم ہے لیکن دس لاکھ اموات محض اعداد و شمار ہے' سربراہان مملکت اور ملک کی سر کردہ سیاسی مذہبی شخصیات کو قتل کرنے کے واقعات بہت پرانے ہیں۔ جولیس سیزر سکندر اعظم کا باپ فلپ اسلام میں حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کا قتل پہلی جنگ عظیم کی ایک وجہ یہ تھی کہ آسٹریا کے شہزادے فرڈی ننڈ کو قتل کیا گیا۔ اور جنگ بھڑک اٹھی۔ دور جدید میں سب سے زیادہ سیاسی قتل براعظم یورپ اور امریکہ میں ہوئے۔ امریکہ کے تین صدور قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔ جبکہ چار کی جان لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ قتل ہونے والا پہلا امریکی صدر ابراہم لنکن ہے

۔ یہ بیچارہ ۱۴ اپریل ۱۸۶۵ کی شام تھیٹر میں ایک مزاحیہ ڈرامہ Our American Cousin دیکھنے میں مصروف تھا کہ جان ولکس بوتھ صدر کے باکس میں داخل ہوا اور اسکے سر کے پیچھے گولی مار دی۔ اور چلایا کہ میں نے جنوب والوں کا انتقام لے لیا۔ ۱۸۸۱ میں صدر جیمز گارفیلڈ کو ایک مذہبی جنونی نے مار دیا۔ ۱۹۰۱ میں صدر Mekinley قتل ہوا۔ جان ایف کینڈی، مصر کے صدر انور سادات کو اسرائیل سے دوستی کی پاداش میں قتل کر دیا۔ مہاتما گاندھی ان سب کو سیاست قتل کروا گئی۔

معروف شخصیات کے قتل مشہور ہو جاتے ہیں ورنہ دنیا میں ہر منٹ کے بعد ایک آدمی قتل ہوتا ہے نیویارک میں اوسطاً ایک شخص روزانہ مارا جاتا ہے۔ پیرس میں روزانہ دو قتل ہوتے ہیں۔

دعویٰ

"مسلمان ناقابلِ شکست قوم ہے" اسے اپنوں نے شکست دی یا اپنوں کی وجہ سے ہوئی۔

کون غلط تھا؟ یہ میرا موضوع نہیں

وجہ کیا تھی؟ یہ بھی میرا موضوع نہیں

گھنا جنگل۔ درخت مختلف اقسام کے۔ برگد، کیکر، شہتوت، شیشم، نیم اور چند آم کے۔ سب خوشی سے جھوم رہے ہیں۔ پتے شاخوں کو چوم رہے ہیں۔ ہر پتہ لہرا رہا ہے۔ ہر درخت مسکا رہا ہے۔ گھنا جنگل، بروز منگل ایک آدمی لے کے کلہاڑی کا پھل بغیر دستہ کے داخل ہوا۔ ہر شجر نے خوشی چھوڑی اس اجنبی کی طرف مائل ہوا۔ کیکر نے برگد سے پوچھا "اس اجنبی نے ہاتھ میں پکڑا کیا ہے؟ برگد نے کہا "صرف پھل ہے تمہیں خطرہ کیا ہے؟۔ یہ جواب سن کر۔ رہ گیا سر دھن کر۔ تمام پھر اپنی لگن میں مگن ہوئے۔ آدمی تھا صاحب نظر۔ وہ اس بات سے ہوا باخبر۔ پہنچا جنگل کی دوسری طرف۔ کچھ وقت کیا کام میں صرف۔ کام۔ ہوا تمام۔ واپسی کا لیا راستہ۔ اک "تنہا" درخت کی شاخ توڑی، بنایا دستہ۔ اب ہاتھ میں پھل نہ تھا، کلہاڑی تھی۔ درختوں کے قریب پہنچا جونہی۔ ان پر نظر ڈالی یونہی۔ دیکھا کہ نہیں ہے جو ہر مستی۔ غائب ہوئی بد مستی۔ ہر شجر اداس۔ سلامت ہوش نہ حواس۔ پوچھتا ہے یہ نامدار اے بلند اشجار۔ "کیوں غرق ہو قلزم خاموش میں؟" "کس لئے گئے ہو غم کی آغوش میں؟" اس قدر پریشان کیوں ہو؟ مجھ سے "اب" بدگمان کیوں ہو؟ اشجار بولے۔ پریشانی کا سبب تمہارا کلہاڑا ہے۔ یہ کلہاڑا دشمن ہمارا ہے۔ آدمی نے کہا۔ کیوں چھا گئی ناامیدی و یاس۔ جب میں پہلے گزرا تھا یہ تب بھی تھا میرے پاس۔ اس وقت تم کیوں نہ ہوئے اداس؟ وہ بولے اس وقت صرف پھل تھا۔ صرف پھل ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ چلے درخت پہ وہ نہیں مر سکتا۔ اب

لوہے کے ساتھ مل گئی ہے لکڑی۔کوئی درخت اس کا حملہ جر نہیں سکتا۔ پہلے تھا نقصان کم۔اب زیادہ ہوگا اسی کا ہے۔ غم۔

غیر ڈال نہیں سکتا ہاتھ

جبتک نہ ہو اپنا ساتھ

لوہے کے ساتھ ہماری جنس لکڑی کا تعاون ہے وہ مدد و معاون ہے۔اب شاخوں کی شاخیں کٹیں گی۔درخت کے درخت مریں گے۔ یہ دی اس لئے مثال۔ کہ آپ بن جائیں میرے ہم خیال۔میرا یہ دعوی ہے کہ مسلمان ایک نا قابل شکست قوم ہے۔یہ جب بھی مرا اپنوں کیوجہ سے یا اپنوں کے ہاتھوں۔ ,, مسلمان کو مسلمان نے مارا'' یہ مقولہ بہت مشہور ہے۔لاشعور میں مستور ہے کتب تاریخ میں مسطور ہے۔ خود کو کہلواتا مسلمان ہے۔اور پہنچاتا اپنوں کو نقصان ہے !!! دشمنوں سے کیا تعلق استوار۔ ان کو پھول دیئے اپنوں کو خار۔کیا کردار ہے مختار !!!

اے محترم و مکرم عزت مآب۔ آپ کے ہاتھ میں ہے یہ میری نویں کتاب۔ آپ کو تاریخ میں مختلف مقامات کی سیر کراؤں گا۔اور بڑے بڑے غداروں سے ملواؤں گا۔جو نام کے مسلمان تھے۔کام کے شیطان تھے۔کلمہ پڑھتے تھے۔ مگر دولت کے لئے لڑتے تھے۔آپ خود محسوس کریں گے کہ اگر یہاں اپنوں کی نہ ہوتی غداری پھر غیر کی نہ ہوتی عملداری۔ مگر وہ ہو گیا جو نہ ہونا تھا۔ہماری قسمت میں لکھا رونا تھا۔حالانکہ اب ہم مفلس نہیں۔ مگر پھر بھی ملت سے مخلص نہیں۔Money کی خاطر دشمن کی بہت خاطر کرتے ہیں۔

آیئے میرے پیچھے پیچھے۔آنکھیں میچے میچے۔جہاں میں کہوں ,, آنکھیں کھولو'' وہاں آنکھیں کھولیں۔چند منٹ کیلئے رولیں۔

وقت کا قاتل

ہر بندہ قاتل ہے ۔۔۔ پر سب سے بڑا اور بُرا قاتل ۔۔۔ وقت کو قتل کرنے والا ہے۔ قاتل ہر آدمی ہے۔ کیونکہ ہم دن رات میں سانس لے کر لاکھوں جراثیم کو مارتے ہیں، بھوک لگے تو جانوروں اور پودوں کو قتل کرتے ہیں، چڑیوں کو مارنا، فاختہ کا شکار کرنا، اور ہرن کو گولی سے اڑا دینا تو انسان کا محبوب مشغلہ ہے۔ زندگی کے اندر انسان کسی نہ کسی چیز کو مارتا رہتا ہے۔ مگر وہ لوگ کم دیکھے ہیں جنہوں نے نفس امارہ کو قتل کیا ہو۔ بقول شاعر

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

جو اپنی خواہشات کے قاتل ہیں وہ فاتح ہیں۔ جو دوسروں کی خواہشات و ارمان کے قاتل ہیں وہ مفتوح ہیں۔ قتل کا سلسلہ زمین کے پیدا ہوتے ہی شروع ہوا اور زمین کے قیام تک رہے گا۔ قتل کرنا بُری بات ہے ۔۔۔ لیکن بُری بات پر قتل کرنا اچھی بات ہے۔ مثلاً

شرک بُری بات ہے ------------------ مشرک کو مارنا اچھی بات ہے۔

غداری بُری بات ہے ------------------ غدار کو مارنا اچھی بات ہے۔

قتل کرنا بُری بات ہے ------------------ قاتل کو مارنا اچھی بات ہے۔

اچھی بات یہ کسی کو قتل کرنا بہت بُری بات ہے۔ قاتل سبھی ناپسند کیے جاتے ہیں۔ لیکن کچھ قاتل ایسے ہیں جو سب سے زیادہ بد بخت ہیں۔ وہ ہیں، انبیاء کے قاتل،

آل رسول کے قاتل، صحابہؓ کے قاتل، والدین کے قاتل، اولاد کے قاتل۔۔۔ کچھ قاتل قوم کے حالات بدلتے ہیں، کچھ قاتل حوالات بھرتے ہیں۔ کچھ قاتل بڑے مشہور ہوتے مثلاً ہلاکو خان، بخت نصر، سکندر، ہٹلر، نپولین، امریکہ وغیرہ۔

قاتل کی ایک قسم بڑی عجیب ہے۔ وہ ہے خود کا قاتل۔۔۔ یعنی خودکشی کرنے والا۔ جو تلوار سے مارتے ہیں وہ اپنے دشمن پیدا کرتے ہیں اور جو دوسروں کو پیار سے مارتے ہیں وہ محبوب بن جاتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی پہ غصہ آجائے اور آپ چاہیں کہ میں اسے ماردوں تو فوراً "صبر" کی تلوار سے اس پہ وار کریں۔۔۔ وہ آپ پہ مرجائے گا۔

ہابیل کا قتل :۔

ہابیل۔ آدمؑ کے فرزند جلیل۔ گفتار بے مثال۔ کردار لازوال۔ ماں کا نور نظر۔
باپ کا لخت جگر۔ دانا و ذہین۔ باپ کا حقیقی جانشین۔ سینے میں اسلام۔ دل میں ایمان۔
حسن زن کو اگنور۔ حسن ظن پہ غور۔ خوشی کو چھوڑ کر غم رکھنے والا۔ خدا کی راہ میں زیادہ
خود کم رکھنے والا۔ مگر افسوس! اسکے بھائی قابیل نے رئیس الرذیل نے اتنے اچھے۔
مخلص و سچے بھائی کو مار دیا۔ وادی خموشاں میں اتار دیا۔ اس واقعہ کا بیان کچھ یوں ہے
انسان! جب جنت سے آدم و حوا اترے۔ سو برس جدائی میں گزرے۔ بعد از صد برس۔
مقام عرفات۔ دونوں کی ہوئی ملاقات۔ پھر یہ ہوئے اک دوجے کے قریب۔ گھر تھا
قرب کوہ سر اندیپ سب سے پہلے پیدا ہوئے لڑکا قابیل اور لڑکی اقلیما۔ ان کے بعد
ہابیل اور لیوذا۔ رب اس وقت پیدا کرتا تھا جوڑا۔ حضرت شیثؑ تک یہ اصول نہ توڑا۔ جو
ساتھ پیدا ہوتی وہ محرم۔ اس کے علاوہ سب نامحرم۔ وہ جس سے چاہے کر لے شادی
خانہ آبادی۔

آپ کی بنات کے نام جو ہیں اب گمنام۔
اقلیما' لیوذا' میما' جندہ' برہ' میمونہ' سبارہ' فارقہ' عمیا' سکینہ' سلمیٰ' فارقہ' سعنیہ' عاتلہ
' تہمینہ' حمیدہ' ارخون' شارع' عورت' اسماء' وحشیت' حویلتہ' مجمع' یلینہ' عائشہ' بودہ' اسرید'
قسمیہ' ذمت' اردی' جمہورہ' سیمانہ' نوال' برید' الیمتہ' علنا' ترابہ' ماریہ' عنق' عنقا' حلیمہ'
' محوائیلہ' وقبہ' ہاجرہ' عیثاجہ' قلیتہ' حجاج' مریم' ملکان' جبورہ' فاطمہ' حمنہ' عوانہ' بیعنا' تحفنہ'
اسیر' تکیل' تلاتیہ' سلمہ' سلیم' آپ کو چند نام عربی نظر آئیں گے تو حیران ہونے کی
ضرورت نہیں ہے۔ آدمؑ کی علمی قابلیت کا یوں اظہار ربی ہے کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

"اور سیکھائے آدم کو تمام نام" آپ کو تمام زبانیں آتیں تھیں۔ آپ کی اولاد

نرینہ کے نام نامی اسماء گرامی۔

قابیل، ہابیل، کنعان، ابوالجلالہ، روئیل، قبیس، عبدالحمید، نوحان، تنوال، خذمہ،

عومل، بالوق، قبیس ثانی، عالیف، اذھر، عبدالحارث، ابولو، عبدالجیب، نبلحارن، اجراد،

عبدالمزید، محوائیل، ھشام، مرس، میجان، عبدالرحمٰن، عبدالباری، مناقیب، کیا، بستر،

صمنار، حرون، مالک، اخنوخ، مستبجر، عویل، اوزن، ثمین، شمھوان، اکیل، برکائیل، عبداللہ

حال اللہ، اسرن، عومل، شمعون، متوال، مشکل، ماطلبین، ابوفارس، کونک، لدوی،

عبدالغیث، لازم، لدرم، مالک ثانی، شیث علیہ السلام۔

شریعت آدم کے مطابق حکم ہوا، قابیل لبوذا سے کرے گا نکاح۔ اور ھابیل اقلیما

سے رچائے گا بیاہ۔ یہ سن کر قابیل ہوا رنجیدہ دل۔ مضمحل۔ باپ کے روبرو۔ کی بے ادبی

سے گفتگو۔ "لبوذا خوبصورت نہیں۔ اس سے وواہ کی کوئی صورت نہیں۔ میں اقلیما کی رکھتا

ہوں آرزو۔ وہ ہے خوبرو۔ وہ میرے ساتھ ہوئی پیدا۔ میں اسی کا ہوں شیدا۔ آدم نے کہا

یہ خدا کی نافرمانی ہے۔ حکم خدا سے روگردانی ہے۔ کہنے لگا یہ بات آپ نے خود بنائی ہے نہ

کہ حکم خدائی ہے۔ آدم نے کہا کوتاہ کر قصہ طولانی، تم پیش کرو اپنی قربانی۔ اگر وہ ہو گئی

مقبول تو تیرا فیصلہ قبول۔ دونوں لائے قربانی۔ اپنی اپنی۔ ھابیل لایا مینڈھا۔ تندرست

بڑھیا۔ قابیل لایا غلہ۔ گندہ گھٹیا۔ آسمان سے سفید آگ آئی۔ اور مینڈھے کو جلا گئی۔ اس

دور میں آگ کا صدقہ کو جلا جانا اس بات کا تھا نشان کہ خدا اس پر ہے مہربان۔ قابیل

چھوڑ کر دامن رحمان چلا گیا آغوش شیطان۔ جب رحمٰن سے منہ پھیر لیا۔ تو فوراً شیطان

نے گھیر لیا۔ بادہ عداوت سے سرشار۔ یہ نابنجار زیر آکاش۔ موقعہ کی تلاش۔ اسے

ھابیل کا زندہ رہنا۔ ناگوار تھا۔ قابیل قتل کا روادار تھا۔ جب آدم ہوئے عازم سفر۔ قابیل

نے لیا اک خنجر۔ چلا جانب بھائی۔ بن کے قصائی۔ بھائی سے کیا جھگڑا۔ گردن سے پکڑا۔ کوہ نور پہ لٹا کر پتھر سے کچل دیا سر۔ یہ تھا پہلا قتل۔ بشر ھابیل ناحق مارا گیا۔ جان سے بیچارہ گیا۔

جب وہ مرا۔ آسمان لرزہ۔ سوکھ گیا سبزہ۔ زمین ہوئی گرد آلود۔ غضبناک ہوا محمود۔ گلاب میں مہک نہ رہی۔ گوہر میں چمک نہ رہی۔ پرندوں نے چھوڑ دیا چہچہانا۔ ستاروں نے ٹمٹمانا۔ چھا گیا دنیا پہ اندھیرا۔ مشکل ہوا آدم کا مکہ میں بسیرا۔ وہ جب مکہ سے چلے ہندوستان۔ یہ پھر رہا تھا۔ حیران و پریشان لاش کو کندھوں پہ اٹھائے۔ سکون نہیں ملتا نیچے آسمان کے۔ گزر گئے چالیس دن۔ تارے گن گن۔ رب نے ایک دن بھیجے دو کوے وہ آکر بیٹھے اس کے سامنے زمین پر یہ دیکھنے لگا انکو۔ شکن ڈال کے جبین پہ۔ ایک نے دوسرے کو مار دیا منقار سے۔ یہ دیکھ رہا تھا چشم انتظار سے۔ مردہ کوے کو چھوٹا سا گڑھا کھود کے کوے نے دفنا دیا۔ تم بھی اسی طرح کرو اے بشر! یہ بتا دیا۔ مردہ دفنانے کا طریقہ ہم نے کوے سے سیکھا ۔ سبق جس سے ملے لے لو جناب والا۔ استاد گورا ہو یا کالا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ مردہ کے ساتھ کیا کرنا ہے رب نے بتا دیا وسیلے سے ایک حیلے سے قابیل نے بھی اک گڑھا کھودا۔ بنا نہلائے کفنائے دفنا دیا بھائی چھوٹا۔ آدم لوٹے جب سفر سے۔ آگاہ ہوئے اس خبر سے۔ آپ نے پوچھا قابیل۔" کدھر ہے ھابیل؟" بولا آپ کا پسر نا معلوم ہے کدھر۔ میں کوئی اس کا نگہبان تھا؟ دربان تھا؟۔ چلا گیا ہو گا کہیں آزاد انسان تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا سارا بدن سیاہ ہے۔ یہ اس بات کا گواہ ہے۔ کہ تم نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اے مقلد شیطان! چھوڑ دے یہ مکان۔ دفع ہو جاؤ ابھی۔ پھر منہ نہ دکھائیو کبھی۔ اپنی بہن کو لیا اور چلا گیا عدن (یمن) دے گیا باپ کو رنج و محن۔ رحیم سے ناطہ توڑ دیا۔ رجیم سے تعلق جوڑ لیا۔ اتنا ہوا بے باک۔ کہ پوجنے لگا آگ۔ یہ تھا نوع انسانی کا پہلا قتل جو

ایک بھائی نے بھائی کا کیا صرف جسن زن کی وجہ سے۔

چچازاد بھائی کا قتل :۔

یہ قتل ہے بہت مشہور۔ قرآن میں یہ مسطور۔ قاتل و مقتول رشتہ دار تھے۔ دونوں موسیٰ کے پیروکار تھے۔ ایک امیر دوسرا فقیر۔ قرآن نے یوں کھینچی قتل کی تصویر۔

واذ قتلتم نفساً فادرء تم فیھا

,,جب تم نے ایک شخص (عامیل کو) قتل کیا۔ پھر باہم جھگڑنے لگے"

قاتل نے موسیٰ کی بارگاہ میں بیاں کی یوں تفصیل۔ کہ مار دیا گیا میرا عمزاد عامیل۔ موسیٰ نے کہا ذبح کرو اک بیل۔ وہ سوال کرنے لگے درج ذیل۔ بیل کی عمر کتنی ہو ؟ فرمایا,, نہ بچہ نہ بوڑھا دونوں کے درمیان۔ نوجوان۔ پھر گویا ہوا اک جوان۔,, بیل کا رنگ کیسا ہو ؟" فرمایا ,, صفراء سورج مکھی جیسا ہو" مزید کیا استفسار۔,, بات مشتبہ ہے۔ وضاحت ہو سرکار" آپؑ نے کہا,, اسکے جسم پہ زخم ہو نہ داغ۔ وہ سیراب کرتی ہو کھیتی نہ باغ' جاؤ لگاؤ سراغ' نہ چاہتے ہوئے ایک یتیم سے خرید لائی یہ بیل عوام۔ کالانعام۔ اسے ذبح کیا چارو ناچار۔ عرض کی اور حکم اے سردار۔ فرمایا۔ ہاتھ بڑھاؤ۔ اس کا کوئی عضو مقتول کو لگاؤ۔ انہوں نے زبان لگائی یا دم۔ کسی نے کہا کہ سم۔ مقتول اٹھا اور زبان ہلائی اور کہا کہ میرے بھائی نے مجھ پہ چھری چلائی۔ خود ہی مارا اور خود ہی رپٹ لکھوائی۔ ھائے ھائے! صرف زر کیلئے اسے ضرر دیا۔ قاتل قتل ہوا۔ یوں عدل ہوا۔ آپ سوچئے اگر عامیل کو ناحق قتل نہ کیا جاتا تو وہ کتنا قوم و مذہب کو فائدہ پہنچاتا۔

احد کی جنگ :۔

غزوہ احد ایک معرکۃ الآرا ء لڑائی ہے۔ اس غزوہ کا تذکرہ اللہ رب العزت نے

سورۃ آل عمران میں کیا ہے۔ حضور ﷺ ایک ہزار بندوں کے ساتھ مدینہ کی آبادی سے باہر آتے ہیں۔ کفار مکہ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے۔ زبردست تیاری کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں۔ کفار کو یقین ہے ہم آج مسلمانوں کو ختم کر کے جائیں گے۔ تین ہزار کا لشکر۔ اسلحہ سے لیس۔ مسلمان ایک ہزار۔ اسلحہ بھی پورا سا۔ ایک ہزار بمقابلہ تین ہزار۔!!! ایسے میں عبداللہ ابن ابی۔ جو کلمہ پڑھنے والا ہے۔ اپنے تین سو آدمی لیکر جدا ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے۔ کلمہ پڑھنے والے اپنے دوسرے کلمہ پڑھنے والوں کو عین موقعہ پر دھوکہ دیتے ہیں۔ اب سات سو بمقابلہ تین ہزار۔ ہم نے اس جنگ میں نبی کا حکم نہ مان کر نقصان اٹھایا۔ میں کہتا ہوں اگر یہ تین سو بھی احد میں ہوتا تو شاید اتنا نقصان نہ ہوتا۔ (اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کہ وہ پکے مسلمان تھے یا کچے مسلمان)

حضور ﷺ کا ظاہری دور گزرتا ہے اور ابوبکر صدیقؓ کے دور میں کچھ قبائل مرتد ہو جاتے ہیں۔ (ظاہر ہے مرتد مسلمان ہی ہوتے ہیں) ان کے فتنے کو دبانے کے لئے کئی مسلمان کام آتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا دور خلافت آتا ہے۔ شورش کم ہوتی ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کا دور آتا ہے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل:

۱۔ وہ عثمان غنیؓ جس کے گھر میں نبی ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں۔

۲۔ جس نے لوگوں کو ایک قرأت پہ جمع کیا۔

۳۔ جس نے زمین خرید کر مسجد نبوی کی توسیع میں شامل کی

۴۔ جس نے نبی ﷺ سے دو مرتبہ جنت خریدی

۵۔ مسلمان پانی خرید کر پیتے تھے وہ بھی بڑی مشکل سے آپ نے کنواں خرید کر وقف کر دیا

۶۔ جس نے غزوہ تبوک کیلئے اتنا مال دیا کہ حضور ﷺ خوش ہو گئے۔

اور یہ دعا فرمائی یااللہ تو عثمانؓ سے راضی ہو جا۔

وہ عثمانؓ جس کے بارے میں خدا کے حقیقی نائب نے فرمایا اگر میری سو

بیٹیاں ہوتیں تو بھی میں ایک ایک کر کے عثمانؓ کی شرم وحیاپہ قربان کر

دیتا۔

ان عظمتوں والے انسان کا پانی بند کر دیا گیا۔

آپ کی زوجہ کی انگلیاں کاٹیں

آپ نماز ادا کرنے گئے تو پتھر مارے گئے۔لوگ بھاگ گئے

آپ نڈھال ہو کر گر پڑے۔اور بیہوش ہو گئے۔

آخر آپ کو قتل کر دیا گیا

یہ تمام مندرجہ بالا افعال مسلمانوں نے انجام دیئے آپ کا قتل ہوا۔

مسلمانوں کا اتحاد ٹوٹ گیا۔

فرقہ واریت شروع ہو گئی۔

مسلمان کمزور ہو گئے

ہماری تاریخ بدل گئی

پھر ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ انسانیت کانپ گئی۔اور اسلام کے

خوبصورت چہرے پربد نما داغ لگنے لگے۔

ہم نے دیکھا کہ آپؓ کے قتل کے بعد دو عظیم ہستیوں میں جنگ چھڑ گئی۔

گئی۔کئی صحابی کئی بہادر۔کئی اسلام کے سپوت آپس میں لڑ کر ختم ہو گئے

دنیا کو بدل دینے والے۔

دنیا کے فاتح

دنیا کے معمار

اپنے کلمہ گو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے

جنگ جمل اور جنگ صفین میں مسلمان ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار نہ ہوتے تو کیا وہ پوری دنیا فتح نہ کر سکتے تھے؟ یہ اتنا عظیم نقصان کس نے پہنچایا؟ اپنوں نے علیؓ جیسے بہادر کو ہم نے کھو دیا۔ وہ مسلمانوں کی ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ :۔

ایک عظیم لیڈر۔ عاقبت اندیش۔ امن پسند مسلمانوں کا خیر خواہ، مسلمانوں کو خون ریزی سے محفوظ رکھنے کیلئے قتل و غارت ختم کرنے کے لئے اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کیلئے اس عظیم انسان نے تخت چھوڑ دیا یہ تاریخ دنیا کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ مرتے دم تک آدمی تخت کو ہاتھ میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر دیکھیے اس زاہد۔ متقی۔ عقلمند انسان کو کسی اپنے نے زہر دیکر مار دیا۔ کیونکہ امیر معاویہؓ کے بعد لوگوں کی نظر بے اختیار ان پر اٹھتی تھی۔ اور صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

مگر افسوس۔۔۔۔!

امام حسینؓ کا قتل :۔

حضور ﷺ کے پیارے نواسے۔ آپ ﷺ کے کندھوں پر سواری کرنیوالے۔ محسن انسانیت ﷺ سے انکا رونا برداشت نہ ہوتا تھا۔ حضرت فاطمہؓ سے فرماتے ہیں اسے مت رُلایا کرو۔ جب یہ روتا ہے نہ جانے میرے دل کو کیا ہوتا ہے۔ منبر پر خطبہ

دیتے ہوئے اتر کر حضرت کو گلے پر بوسہ دیتے ہیں۔ کیا محبت ہے ؟

جبرائیل آپ کا جھولا جھولاتے ہیں۔ کیا مقام ہے ؟

صحابہ کے روح پرور دور میں پرورش پائی۔ کیا نصیب ہے ؟

حضرت علیؓ کی تربیت میں رہے کیا قسمت ہے ؟

لا تعداد حج کیئے۔

سنت کے خلاف کچھ نہ فرماتے تھے۔ احیائے سنت کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر اپنوں کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔ پھر تاریخ نے ایک ہولناک۔ ھیبت ناک۔ تشویشناک واقعہ دیکھا۔ جس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سن کر آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ آپ سے پہلے کلمہ پڑھنے والوں نے آپ کے بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ میں قتل کر دیا۔ بعد میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو میدان کربلا میں قتل کر دیا۔ جرم یہ تھا کہ احیائے سنت کیلئے کیوں کھڑا ہوا ہے۔ غیر ہوتے تو دکھ نہ ہوتا۔ دکھ تو یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والوں نے اس نبی کے خاندان کو تہہ تیغ کر دیا۔ جس کے نیزے پر چڑھے ہوئے سر کو دیکھ کر پادری مسلمان ہو جاتا ہے وہ زندہ ہوتا تو کس قدر دین کا پرچار کرتا ؟ یہ تم سوچو۔ مگر اس کو مار دیا گیا افسوس۔۔۔۔!

عبد اللہ ابن زبیرؓ کا قتل :۔

حضور علیہ السلام کے پھوپھیرے بھائی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نواسے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی باجی حضرت اسماءؓ کے بیٹے تھے۔ ان میں بہادری و شجاعت کا وصف نمایاں تھا۔ یزید کی وفات کے بعد معاویہ بن یزید۔ اسکے بعد کوئی ایسا شخص نہ تھا جو مسلمانوں پر حکومت کر سکتا۔ انکو یکجا کر سکتا۔ مصر و حجاز اور عراق جیسے بڑے ملک آپ

کے قبضے میں آ گئے۔ آپ اگر دور اندیشی سے کام لیتے اور مروان اور اسکے بیٹے کو مدینہ سے باہر نہ جانے دیتے تو شاید اتنی خونریزی نہ ہوتی۔ ہماری تاریخ کے اوراق سرخ نہ ہوتے۔ مگر ایسا ہوا۔ مروان نے شام میں حکومت بنائی۔ مصر پہ قبضہ کیا۔ بعد آں وفات عبدالملک نے عراق پہ قبضہ کیا۔ نتیجتاً عبداللہ ابن زبیرؓ کی مالی و سیاسی حالت کمزور ہو گئی۔ چنانچہ ۷۱ھ کو حجاج بن یوسف ثقفی ایک لشکر جرار لیکر مکہ کی جانب روانہ ہوتا ہے۔ ابن زبیر حرم میں قلعہ بند ہو جاتے ہیں۔

حجاج نے خوب سنگ باری کی۔ صحن حرم پتھروں سے بھر گیا۔ عمارت کعبہ کو کافی نقصان پہنچا۔ سامان رسد بند کر دیا گیا۔ لوگ بھوک کیوجہ سے گھوڑے کھانے لگے۔ آہستہ آہستہ مسلمان عبداللہ ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑتے گئے۔ حتی کہ آپ کے بیٹے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ مگر آپ نے جنگ جاری رکھی۔ بڑی دلیری سے لڑے۔ مگر کب تک؟۔ ہماری بدبختی دیکھئے کہ اس عظیم بہادر خلیفہ کو ایک مسلمان جرنیل نے مار دیا اور لاش سولی پر لٹکا دی۔ تین دن تک آپ کا ۷۲ سالہ جسد انور لٹکا رہا۔

افسوس۔۔۔۔۔ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مار دیا۔ کیا عبداللہ ابن زبیرؓ حجاج سے افضل نہ تھے؟

ابو مسلم کا قتل :۔

مکمل طور پر عباسی خاندان کی حکومت کا آغاز ۱۳۲ھ میں ہوتا ہے۔ سفاح کو دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ عباسی سلطنت کی عمارت جن لوگوں نے کھڑی کی انکے معماروں میں ایک نام ابو مسلم خراسانی کا ہے۔ اس نے چھ لاکھ لوگوں کا خون بہایا۔

افسوس۔۔۔۔۔!

سارا خراساں اسکے حکم کا غلام تھا۔ سفاح و منصور نے اس سے بڑے بڑے معرکے سر کروائے۔ اس شخص کو عباسی سلطنت کا بانی کہا جاتا ہے۔ مگر تبدیلی زمانہ دیکھئے۔ عبداللہ کو نصیبین میں شکست دینے کے بعد بہت سا مال و متاع ابو مسلم کے ہاتھ لگا۔ خلیفہ منصور نے جلدبازی سے کام لیتے ہوئے مال غنیمت خلیفہ کے پاس لانے کے لئے آدمی روانہ کر دیئے۔ آدمی پہنچے تو ابو مسلم سیخ پا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ خونریزی کرنے میں مجھ پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ مگر درھم و دینار کے بارے میں مجھ پر بھروسہ نہیں۔ یہ منصور کی غلطی تھی اتنے بڑے خیر خواہ اور داعی پر تھوڑے سے مال کا اعتبار نہ کیا۔ کچھ وقت کیلئے معاملہ رفع دفع ہوا۔ اور کر دیا گیا۔ مگر ابو مسلم کو اب خطرہ نظر آنے لگا۔ اس خطرے کو ختم کرنے پر غور ہونے لگا۔ آخر خلیفہ منصور نے اس محسن کو اک دن دھوکہ سے بلوا کر خیمہ میں تلوار کے وار سے عدم کو پہنچادیا۔

"ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مروادیا"

اسکے نتیجے میں عربی و عجمی کا سوال ابھرا۔ بغاوت ہو گئی۔ ساٹھ ہزار خراسانی مارے گئے۔ اور ہمیشہ کیلئے عجمیوں کے ذہنوں میں دشمنی کا بیج بو دیا گیا۔

ہارون الرشید کا دور:۔

اس خلیفہ کے دور حکومت کو عباسی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ دین کی تعلیم کا رتبہ بڑھا۔ لوگوں کو آسودگی نصیب ہوئی۔ علم و ادب نے ترقی پائی ہارون الرشید کا دور تاریخ اسلام میں ایک درخشاں دور ہے۔ مگر اسکو درخشاں بنانے میں اسکی ذاتی خصوصیات کے علاوہ اس کے نامور برمکی وزراء کا بھی ہاتھ ہے۔ یہ وزراء فیاض تھے۔ علم کے قدر دان تھے۔ غریب پرور تھے۔ اسی خاندان کے فرد جعفر کا مامون الرشید شاگرد تھا۔ اسکی تربیت کا بھی اسکے عظیم ہونے میں اثر تھا۔ مگر بدقسمتی دیکھو کہ یہ

عظیم خاندان اور اس کا عظیم سپوت جعفر ہارون الرشید کے ہاتھوں ختم ہو گیا۔
"ایک مسلمان خلیفہ کے ہاتھوں کئی مسلم وزراء ختم ہو گئے"

افسوس۔۔۔۔۔۔!

اگر وہ زندہ رہتے تو اپنی سخاوت۔ عدل۔ علم کی قدردانی کی بنا پر اسلام کی کس قدر خدمت کرتے؟

مگر۔۔۔۔!

محمد امین کا قتل :۔

ھارون الرشید کے دو بیٹے امین و مامون دونوں کے استاد برمک خاندان کے افراد۔ دونوں کا باپ ایک۔ دونوں کا مذہب ایک۔ دونوں مل کر حکومت کرتے۔ اپنی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے تو کیا انکا دور بھی ایک سنہری دور نہ ہوتا؟۔ مگر امین نے بد عہدی کی مامون کا نام ولی عہدی سے خارج کر دیا اور اپنے بیٹے کا نام لکھ دیا۔ اور فرمان جاری کر دیا کہ مامون کو گرفتار کر کے میرے دربار پیش کیا جائے۔ اس کام کیلئے چار ہزار آدمی چاندی کی زنجیر لیکر گئے۔ مقام رے کے قریب مامون کی پچاس ہزار بغدادی فوج مقابلے پر آئی پھر نہ جانے پچاس ہزار مسلمانوں نے چار ہزار مسلمانوں سے کیا کیا؟

افسوس۔۔۔۔!

طاہر بن حسین خراسانی (مامون کا جرنیل) نے نہ جانے کتنے ہزار مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا۔ اس نے ۱۹۷ھ میں بغداد کا محاصرہ کیا (بغداد) میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ ہر طرف ابتری پھیل گئی۔ کسی کی جان اور مال محفوظ نہ تھے مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا تھا۔ طاہر نے مدینہ المنصور کا محاصرہ کیا۔ امین نے بھاگ جانا چاہا۔ بھاگ جاتا تو

شاید جان بچ جاتی مگر دشمنوں کے بھکاوے میں آ گیا۔طاہر بن حسین نے محاصرہ اور تنگ کیا۔امین ایک دفعہ پھر فرار ہونے لگا۔ اس بات کی خبر طاہر کو ہو گئی۔اس نے آدمی چھپا دیئے۔جو نہی امین اپنی کشتی میں سوار ہوا۔انہوں نے حملہ کر دیا۔سب کو ڈبو دیا۔ امین کو بچایا گیا اور قید کر دیا گیا۔مامون کی اجازت کے بغیر صرف اپنی واہ واہ برقرار رکھنے کے لئے رات کے وقت یہ خلیفہ قتل کر دیا گیا۔"ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کروادیا"

محمد بن زیات کا قتل :۔

یہ ۲۲۷ھ کا مشہور ادیب شاعر نحوی اور سیاستدان تھا۔بڑے بڑے علماء اس کے خوشہ چین تھے۔جرم کی سزا دینے میں بہت ہی سخت تھا۔علم نحو میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ معتصم کے دور میں قلمدان وزارت محمد زیات کے ہاتھ آیا۔ تحریر کا بادشاہ تھا۔دشمنی کے باوجود واثق باللہ نے اس کو اس وصف کے کارن اپنا وزیر رکھا۔یہ عظیم ذہن کا مالک اور مختلف خوبیوں کا حامل کلمہ گو۔خلیفہ متوکل علی اللہ کے ہاتھوں مارا گیا۔خلیفہ نے اس کو لوہے کے کانٹے دار تنندور میں بند کر دیا۔اس تنندور میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ ایک کلمہ گو نے دوسرے کلمہ گو کو مار دیا۔

افسوس۔۔۔۔!

متوکل کا قتل :۔

اس عباسی خلیفہ کے دور حکومت میں تمدنی زندگی کو عروج ملا۔وہ تمام عقائد و خیالات جو کتاب و سنت کے خلاف تھے یک قلم بند کرا دیئے۔ایک مسئلہ خلق قرآن کا تھا۔ جس کی وجہ سے کئی علماء موت سے ہمکنار ہوئے۔امام احمد بن حنبلؒ جیسے جلیل

القدر عالم دین نے کوڑے کھائے مگر قرآن کو مخلوق نہ مانا۔ اس مسئلہ کو روک دیا۔
تاریخ خطیب جلد ہفتم صفحہ ۱۷۰ پہ قاضی ابراہیم بن محمد تمیمی کا قول ہے کہ تین خلفاء نے کارنامہ دکھایا ہے۔

۱۔ ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کا خاتمہ کیا۔

۲۔ عمر بن عبدالعزیز نے بنو امیہ کے مظالم کا تدارک کیا۔

۳۔ اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا

یہ خلیفہ علماء کا قدردان تھا۔ ذوالنون مصری کا معتقد تھا امام حسن عسکری کو ترک امراء شبہ میں گرفتار کر کے لائے تو متوکل نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ کچھ اشعار سنانے کو کہا آپ نے جب عبرت انگیز اشعار سنائے تو رو پڑا۔ اتنا رویا داڑھی تر ہو گئی۔ امام کی تعظیم کی اور ان کا چار ہزار دینار قرضہ اپنی طرف سے ادا کیا۔ اس خلیفہ کو ۳ شوال ۲۴۷ھ میں اس کے بیٹے محمد المعروف منتصر باللہ نے قتل کروادیا۔

(ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۳۲۹)

لوگوں کے دلوں سے خلیفہ کی ہیبت ختم ہو گئی۔ خلیفہ لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بن گیا۔ تخت کی خاطر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا۔

افسوس۔۔۔۔۔!

ابو عبداللہ بن محمد بن واثق المعروف مہتدی باللہ کا قتل :۔

یہ خلیفہ بڑا مدبر۔ عاقل اور عاقبت اندیش تھا۔ یہ خلفاء راشدہ کے طریقہ پہ چلنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک "قبۃ المظالم" کے نام سے عمارت بنوائی اس میں وہ خود عوام کی داد رسی کیلئے بیٹھتا تھا۔ ہر شخص کو آنے کی اجازت تھی۔ نمازی تھا۔ امامت خود کرواتا۔ اتوار اور جمعرات کو دفاتر کی جانچ کرتا۔ اکثر روزے رکھتا تھا۔ اس عظیم خلیفہ کو اس

کے سپہ سالاروں نے گرفتار کر لیا۔ دوران گفتگو جب خلیفہ نے قرآن و سنت نہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ تو خنجر کا وار کیا گیا۔ بابحیال کے کزن نے رجب ۲۵۶ھ کو جو شراب کے نشے میں چور تھا وار کر کے گردن کی رگ کاٹ دی۔ بہتے ہوئے خون کو شراب سمجھ کر پی گیا۔ (مسعودی جلد آٹھ صفحہ ۹)

ایک مسلمان خلیفہ کو اپنوں نے مار دیا۔ یہ زندہ رہتا تو پھر عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی یاد تازہ ہو جاتی۔ ایک دفعہ پھر خوشحالی کا دور دورہ ہوتا۔ مگر افسوس۔۔۔!

محمد بن معتضد المعروف قاھر باللہ کا قتل :۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹۹ پہ ہے کہ

اس عباسی خلیفہ نے اپنے دور حکومت میں ناچنے گانے والی عورتوں کا پیشہ اور شراب نوشی قانوناً بند کروادی۔ گویوں کو قید کر دیا۔ ہیجڑوں کو جلا وطن کر دیا۔ موسیقی اور لہوولعب کے تمام آلات ضائع کر دیئے۔ بعض دفعہ اس کو عیش پرستی کا دورہ پڑتا تھا۔ اور انگور کی دختر نیک اختر سے بھی عشق کرتا تھا۔ مگر تھا بہادر اور دبدبے کا مالک۔ بڑے بڑے سرکشوں کو زیر کر لیا۔ وہ باغیوں منافقوں، سرکشوں کو مکمل طور پر ختم کر دینے کا تہیہ کیئے ہوئے تھا۔ مگر دشمنوں کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے بغاوت کر دی۔ جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں مسلمان فوج نے اپنے خلیفہ کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ خلیفہ بھاگا۔ مگر گھیرے میں آگیا۔ وہ لڑنا چاہتا تھا۔ مگر ایک شخص نے تیر کمان پر چڑھا کر کہا اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تیر ترازو ہو جائے گا۔ اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

تجارب الامم جلد اول صفحہ ۳۹۲ پر ہے کہ اس بادشاہ کی دونوں آنکھوں میں

گرم سلائیاں پھیر دی گئیں۔ایک اور مسلمان کو مسلمانوں نے تباہ کر دیا۔

افسوس۔۔۔۔۔۔!

ابو المظفر یوسف بن مقتفی المعروف مستنجد باللہ کا قتل :۔

یہ ۵۵۵ھ کو خلیفہ بنے۔عادل۔غریب نواز ایسے کہ ہر آدمی انکی ذات سے فیض پاتا تھا۔ہر ایک کی طلب بہم پہنچاتا تھا۔اور بہت مشفق تھا۔صاحب الرائے۔ذہین۔فلکی آلات بنانے کا ماہر اور ادیب بھی تھا۔فتنہ کو ذرا پسند نہ کرتا تھا۔اپنے دور حکومت میں ہر قسم کے ٹیکس ختم کر دیئے۔جتنا مال ناجائز طریقے سے وصول کیا گیا تھا۔سب لوگوں کو واپس کر دیا۔مگر ہم لوگوں کی بد قسمتی دیکھئے کہ ۵۶۶ھ کو مستنجد باللہ بیمار ہوا اس کا طبیب بھی سازشیوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔اس نے خلیفہ کو حمام کرنے کا مشورہ دیا۔کمزوری کے باعث وہ حمام کی طاقت نہ رکھتا تھا۔اپنے ہی امراء عضد الدین اور قطب الدین نے حمام میں بند کر دیا۔اور یہ عظیم خلیفہ دم گھٹ کے مر گیا (تاریخ السلام)

ایک اور کلمہ گو؟ کے ہاتھوں مر گیا۔یہ زندہ رہتا شاید تاریخ رخ موڑتی۔

مسلمانوں کی مرکزیت کا خاتمہ اور بغداد کی تباہی :

دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے ۷۶۲ء میں بغداد کا سنگ بنیاد رکھا۔ تقریباً پانچ سال میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔شہر دائرہ نما تھا۔درمیان میں خلیفہ کا محل اور ارد گرد مراتب کے لحاظ سے امراء کے محلات تھے۔بیچ میں خوبصورت باغات تھے ۔۵۳ گز دوہری دیوار۔اسکے بعد وسیع خندق خاردار چالیس چالیس گز چوڑی سڑکیں تھیں۔مختلف اشیاء کے بازار تھے۔یہ کوچہ باغ و بہار ہے۔محل فرح بخش اور دل کشا۔ برج ہر ایک جہاں نما۔دفعتاً جو شوق سیر دریا آیا۔تو فوراً دجلہ کو کاٹ کر نہروں کا جال

بچھا

بچھایا۔ان تعمیرات پر ایک کروڑ اسی لاکھ خرچ آیا۔ جبکہ شہر نفیس، ہر شخص رئیس، ہر فن کا کامل، بغداد میں حاصل، جوں جوں وقت گزرتا گیا۔بغداد ترقی کرتا گیا۔ عمارات وباغات کے ساتھ ساتھ محلات میں اضافہ ہوا۔اپنی وسعت اور عمارتوں کی عظمت کی بنا پر دنیا کا سب سے بڑا شہر ہو گیا۔ چوتھی صدی ہجری میں بغداد کے اندر ستر ہزار حمام تھے۔اور ستر ہزار مساجد اور دس ہزار سڑکیں اور گلیاں تھیں۔انکے اندر لاتعداد لائبریریاں تھیں اور لائبریریوں میں کروڑوں کتابیں تھیں جن پر اربوں مسائل پر دقیق گفتگو تھی۔ وہاں علماء تھے ہر عالم جمیع علوم کا استاد۔ کتب درسی ابتداء سے انتہا تک یاد۔وہ کتابیں اور وہاں کے علماء اگر ہمارے استفادہ میں آجاتے تو مسلمانوں کی تمدنی۔ادبی اور علمی حالت نہ گرتی۔ مگر بدقسمتی ملاحظہ کیجیے۔ کہ خلیفہ معتصم باللہ کے وزیر موید الدین محمد بن علقمی نے ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر ھلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔(جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے) ابن خلدون ج۔سوم صفحہ ۵۴۳ پر ہے کہ,, فوج کو الگ کرنے کے بعد اس نے ابن صلایا والی اربل کے ذریعے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کے لئے امادہ کیا" ھلاکو بغداد پر حملہ کرنے سے ڈرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ خلافت بغداد کو دینی حیثیت حاصل تھی۔مذہبی تقدس کی وجہ سے ھلاکو ڈرتا تھا کہیں کوئی آفت نہ آجائے۔ مگر ایک مسلمان عالم ریاضی دان خواجہ نصیر الدین طوسی نے یہ ڈر دور کیا۔ ۶۵۵ھ میں ھلاکو نے بغداد پر حملہ کیا۔وزیر دلپذیر نے فوج جدا کر دی۔ برائے نام فوج کچھ دیر لڑی مگر کب تک ؟ آفت سماوی۔دجلہ کا بند ٹوٹ گیا۔ مسلمان دو مشکلوں میں پھنس گئے۔ تاتاریوں نے خوب قتل وغارت مچائی۔ خلیفہ کو ڈنڈوں سے مار مار کر,, پورا" کر دیا۔ دوسرے امراء قتل کر دیے گئے۔ پھر عام لوٹ مار ہوئی۔ ۱۶ لاکھ مسلمان ایک مسلمان نے مروادیے"

افسوس!افسوس!افسوس!

ساری کتب وحشیوں نے دریائے دجلہ میں بہادیں۔اتنی کتب تھیں دریائے دجلہ کے پانی کا رنگ بدل گیا۔سوچو یہ نہ ہوتا تو۔۔۔۔؟

بنگال کی تباہی و سراج الدولہ کا قتل :۔

مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں انگلستان کے چند تاجر مغل دربار میں حاضر ہوئے۔اور انہوں نے بنگال میں دریائے ہگلی کے کنارے تھوڑی سی زمین طلب کی تاکہ وہاں اپنی کوٹھی تعمیر کر کے تجارت کر سکیں۔

یہاں سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہو گیا۔یہ کمپنی ایسٹ انڈیا کے نام سے مشہور ہو گئی۔یہ لوگ ہندوستان سے بچے'جوان'اور عورتیں پکڑ کر لے جاتے۔ان کو غلام بنا کر بیچتے۔اور نگزیب کو پتہ چلا تو اس نے ان مکار عیار لوگوں کی جائیداد ضبط کرنے کا آرڈر دیا۔یہ شریف غنڈے جان بچا کر بھاگے۔اور نگزیب عالمگیر کے جانشین اسکی طرح کے ہوتے تو آج تاریخ اور ہوتی۔مگر تاریخ کے اوراق پر خون کے جو بڑے بڑے دھبے نظر آتے ہیں۔ان کو مسلمانوں نے بکھیرا ہے اور نگزیب کے جانشینوں کی رنگینیوں بیوقوفیوں کیوجہ سے ملک میں انتشار پھیلایا صوبے خود مختار ہو گئے۔۱۷۴۰ء میں بنگال کا صوبہ خود مختار ہوا علی وردی خان پہلا نواب بنا۔اولاد نرینہ نہ ہونے کیوجہ سے اپنے لائق ذہین داماد سراج الدولہ کو جانشین بنایا۔

طوائف الملوکی کے دور میں انگریز پھر آئے۔مختلف مقامات پر اپنی کمپنیاں بنائیں۔۱۶۹۶ء میں کلکتہ کے اندر فورٹ ولیم تعمیر کیا جب سراج الدولہ نواب آف بنگال بنا تو دوسرے داماد اسکے مخالف ہو گئے۔انگریز نے اس چپقلش سے فائدہ اٹھایا اور فورٹ ولیم کو اسلحہ سے مضبوط کرتے گئے۔سراج الدولہ نے بڑی مشکل سے اپنے بڑے دشمن اپنی

سالی گھسیٹی بیگم اور بھانجے شوکت جنگ کو دبایا۔ ۲۰ جون ۱۷۵۶ء کو فورٹ ولیم پر بڑی مشکل سے قبضہ کیا انگریز بھاگ گیا۔ مگر انگریز کی چالاکی کام آئی اس نے میر جعفر کو صوبے داری کا لالچ دیکر خرید لیا۔ اس نے ,, نمک حلالی" کا پورا ثبوت دیا۔ اور اپنے کلمہ گو مسلمانوں کو پس پشت ڈال دیا۔ انگریز کلا یو کی سرکردگی میں سازشوں کے سہارے چندر نگر تک پہنچ گئے۔ سراج الدولہ نے انکا مقابلہ کرنا چاہا مگر اپنے سپہ سالاروں کی غداری کیوجہ سے انگریزوں کے ساتھ صلح کرنا پڑی۔ اس صلح کی رو سے ایک انگریز سفیر مرشد آباد میں رہنے لگا۔

بس انگریز سفیر واٹس نے جال پھانا شروع کردیا۔ وہ عورتوں کی طرح ڈولی میں بیٹھ کر میر جعفر کے محل گیا اور اس سے کہا کہ ہمارے گورنر کلا یو( ) یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کو بنگال کا آل ان آل بنادیا جائے تو ہمیں کیا ملے گا؟ میر جعفر نے سادہ کاغذ پر دستخط کر کے سفیر کے حوالے کر دیئے ,, جو چاہے تحریر کر لو" اس بے غیرت بدبخت نے مسلمانان ہند کو غلام بنادیا۔ جو جو انگریز نے مانگا اس نے وہ وہ کچھ دیا۔ مگر خود کچھ نہ لے سکا۔ اس کی انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کی خبر سراج الدولہ کو ہو گئی۔ اسے سپہ سالاری سے معزول کر دیا اسے گھر میں نظر بند کر دیا۔ انگریز اپنی فوج لے کر کلکتے سے مرشد آباد کی جانب بڑھا۔ سراج الدولہ پریشان ہو گیا۔ جنگ کیلئے تجربہ کار سپہ سالار کی ضرورت تھی وہ مجبوراً میر جعفر کے پاس گیا۔ اسے راضی کر کے سپہ سالاری اسکے سپرد کر دی۔ انگریز کلا یو کلکتہ سے تین ہزار فوج اور دس توپیں لیکر مرشد آباد کی جانب بڑھا۔ ۲۲ جون ۱۷۵۷ء کو کلایو دریائے بھاگرا تھی کے کنارے پلاسی پہنچا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی کسی نے بھی مزاحمت نہ کی۔ ۲۲ جون کو جنگ شروع ہوئی۔ سراج الدولہ کی فوج پیچھے ہٹتی رہی۔ صرف علی مردان خان لڑتا رہا۔ صرف اس اکیلے شیر نے

انگریز کے دانت کھٹے کر دیئے۔ قریب تھا کہ انگریز نیست و نابود ہو جاتا۔ فوج پیچھے ہٹ گئی۔ سراج الدولہ کی فوج نے انگریز کو گھیر لیا۔ پندرہ ہزار سپاہی میر جعفر کے زیر کمان تھے۔ وہ اشارہ کرتا۔ انگریز تباہ ہو جاتا۔ مگر میر جعفر اپنی وفاداری انگریزوں کو بیچ چکا تھا۔ بارش کیوجہ سے بارود بھیگ گئی۔ میر جعفر سمیت سپہ سالاروں نے کہا جناب آپ پٹنہ جا کر مدد طلب کریں۔ مرشد آباد سے فوج اکٹھی کریں۔ ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے۔ سراج الدولہ کے جاتے ہی میر جعفر کلائیو کے خیمے میں اور خیمے میں پوری مسلم قوم کا جو ہند میں رہتی تھی چند گز زمین کے بدلے سودا کر دیا۔ لعنت اس کتے پر۔ مرشد آباد پہنچ کر خزانے پہ قبضہ کر لیا۔ باقاعدہ طور پر میر جعفر کو بنگال بہار، اڑیسہ کا حکمران تسلیم کیا گیا

۔

میں کہتا ہوں بلکہ انگریز کو تسلیم کیا گیا۔

دیکھا آپ نے ہم نے خود انگریزوں کو ہندوستان پر ظلم و ستم کرنے کی دعوت دی ۔ اگر میر جعفر کتا غداری نہ کرتا تو کیا انگریز ہندوستان پر سو سال حکومت کر سکتے تھے ؟ سراج الدولہ گرفتار ہوا۔ پابہ زنجیر نمک حرام کے سامنے پیش ہوا۔ میر جعفر کے بیٹے نے اس حکمران کو ٹھوکریں ماریں جو انگریز کو ہندوستان سے بھگانا چاہتا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔ ہائے زمین کیوں نہ پھٹ گئی۔ سراج الدولہ کو قید کر دیا۔ پھر وہ دن آیا کہ اس دشمن انگریز کو مسلمانوں نے مار دیا۔ محمد بیگ نامی ایک شخص اندر داخل ہوتا ہے اور ہاتھ میں خنجر ہے سراج سہم جاتا ہے یہ خنجر پوری طاقت کے ساتھ سراج الدولہ کے پیٹ میں۔ خنجر بار بار سراج الدولہ کے جسم میں پیوست ہو کر نکلتا رہا۔ وہ مزاحمت کرتا رہا۔ زخموں سے نڈھال ہو کر گر گیا۔ قاتل سے کہنے لگا

"بس کرو اب ہم خود ہی مر جائیں گے"

میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ اگر یہ حکمران زندہ رہتا۔ فوج ساتھ دیتی کیا انگریز پھر بھی۔۔۔؟ مگر افسوس ایک عظیم مسلمان کو مسلمانوں نے مار دیا

میر جعفر کو کیا ملا۔ بے سکونی اور بڑھاپے میں قہر خداوندی نازل ہوا۔ اسے جذام ہو گیا۔ سب پیار کرنے والے دم بھرنے والے دور ہٹ گئے۔ اسکی ناک۔ کان۔ انگلیاں گل کر گر چکی تھیں۔ (العیاذ باللہ)

بنگال جیسے زرخیز علاقے کی دولت غیر ملکی لے گئے۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ ایک سیر اناج کی قیمت سینکڑوں روپے تھی۔ ڈھاکہ کا ململ کا کپڑا پوری دنیا میں مشہور تھا۔ انگریزوں کا کپڑا کوئی خریدتا نہ تھا۔ ان ظالموں نے ڈھاکہ کے کاریگروں کے انگوٹھے اور انگلیاں قلم کر دیں تاکہ وہ ململ نہ بنا سکیں۔ بنگال پر قبضہ ہو جانے کے بعد غدار بھی مر گئے مگر وفادار بھی تو نہ جی سکے۔ ہمیں اپنوں نے بیچ دیا۔

نواب شجاع الدولہ اور روہیل کھنڈ کے مسلمان :

نواب شجاع الدولہ اودھ کا نواب تھا۔ تھا تو بڑا زیرک اور بہادر مگر ابن الوقت بن گیا۔ انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ ہو کر ان سے علیک سلیک کر لی۔ یہاں سے مسلمانوں کی تباہی کا سازوسامان بر آمد ہونے لگا۔ ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے نواب شجاع الدولہ کی ریاست اور حافظ رحمت کی ریاست روہیل کھنڈ حائل تھی۔

۷۳۔۱۷۷۲ء میں مرہٹوں نے الہ آباد اور کورہ کے اضلاع مغل حکمرانوں سے حاصل کر کے اودھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ نواب شجاع الدولہ نے ہسٹنگز سے مدد مانگی۔ وہ اسی موقعہ کی انتظار میں تھا اس نے تھوڑی سی فوج بھیج دی اور بدلہ میں چالیس لاکھ روپے لئے۔ مرہٹوں کو ناکامی ہوئی۔ جنگ کے بعد شجاع نے روہیل کھنڈ کے حکمران سے بھی خرچہ طلب کیا۔ حالانکہ وہ جنگ سے سینکڑوں میل دور تھے۔ حافظ

رحمت نے انکار کر دیا۔ زیادتی کو پورا ہوتے نہ دیکھ کر ایک مسلمان نے عظیم ریاست کے عظیم لیڈر اور مسلمانوں کے سپوت پر حملہ کر دیا انگریز کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی۔ انگریز نے بھی ساتھ دیا۔ حالانکہ ۱۴ جون ۱۷۷۲ء کو انگریزوں نے حافظ رحمت سے دفاعی معاہدہ کیا تھا۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے ایک مسلمان نے انگریزوں کو چالیس لاکھ نقد اور دو لاکھ روپے ماہانہ دینے کا وعدہ کیا۔

افسوس! وہ مسلمان جس نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر مرہٹوں کو تباہ کر دیا۔ ایک مسلمان کے ہاتھوں مر گیا۔ یہ زندہ رہتا تو شاید انگریز دہلی نہ جا سکتے۔ اس کو تباہ کرنے کے بعد انگریز شجاع الدولہ کو لوٹنے لگے۔ جب وہ ذرا اکڑنے لگا تو اسے ٹھکانے لگانے کی سوچنے لگے۔ نواب شجاع الدولہ مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ انگریز اپنا سازشی جال مکمل طور پر بچھا چکا تھا۔ بکسر کی لڑائی جو ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو ہوئی۔ نواب شجاع الدولہ کو اپنوں نے مار دیا۔ یہ علاقے انگریزوں نے اپنے قبضے میں لے لئے۔ روہیل کھنڈ، اودھ، بنگال کی رکاوٹوں کو عبور کرنے کے بعد سب سے بڑی رکاوٹ ریاست میسور تھی۔ اس کا ناقابل شکست جرنیل حیدر علی جس نے انگریزوں کی رات کی نیند حرام کر دی۔ انگریز کو پے در پے ہر محاذ پر شکست ہو رہی تھی۔ وہ جو منصوبہ بناتا ناکام ہو جاتا۔ مرہٹوں، انگریزوں اور نظام نے مل کر حملے کئے پھر بھی کامیاب نہ ہوئے۔

حیدر علی ۱۷۸۲ء کو کینسر کی وجہ سے مر گیا۔ خدا نے ہمیں اس جیسا ایک اور لیڈر سلطان فتح علی خان کی صورت میں دیا جو ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ وقت کا بہترین عالم دین اور بہترین جرنیل تھا۔ باز کی طرح حملے کرتا اور انگریز کو ہر طرف سے دبوچتا۔ چین نہ لینے دیتا۔ مگر تنہا کب تک لڑتا؟ اپنوں نے ڈنگ مارنے شروع کر دیئے۔

سلطان ٹیپو مجبور ہو گیا ایک دشمن ہو پر یہاں تین محاذ پر ایک آدمی۔۔۔؟ انگریزوں نے مسلمانوں کو رشوت دی وزیر مال صادق اور وزیر غلام علی لنگڑا بک گئے۔ انگریزوں نے چند یوم صبر کرنے کے بعد ۳ فروری ۹۹ے۱ء میں جنرل (Harris) اور جنرل (Stuart) نے دو جانب سے حملہ کر دیا۔ نظام اور مرہٹوں نے بھی حملہ کر دیا (دیکھو لوہے کے پھل میں لکڑی کا دستہ اب درخت تو کٹے گا) انگریز اور مرہٹہ فوجوں کو ٹیپو سلطان کے سپہ سالاروں نے راستہ دیا یہ غداری نہ کرتے تو تصویر کا رخ اور ہوتا۔ ۱۷ اپریل ۹۹ے۱ء کو میسور کے صدر مقام سرنگا پٹم تک انگریز پہنچ گئے۔ صادق نے فوج میں تنخواہ تقسیم کرنی شروع کر دی فوج ادھر متوجہ ہو گئی۔ اور دروازہ کھول دیا۔ پھر تاریخ نے بہت کچھ دیکھا۔ ایک نا قابل شکست کو اپنوں نے شکست سے دوچار کر دیا۔ ٹیپو سلطان شہید کر دیا گیا۔ ہائے مسلمان تو نے یہ کیا ظلم کیا۔ انگریز کو خود دعوت دی۔ ایک عظیم عالم جرنیل کو ایک مسلمان نے مروا دیا۔

سوچیے اس باپ بیٹے کو اگر صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد مل جاتی کیا انگریز بچتا؟ نہیں۔ نہیں۔ ہر گز نہیں۔

مگر۔۔۔۔۔۔۔افسوس۔۔۔۔۔۔۔

شاہ فیصل کا قتل :۔

شاہ فیصل کو اس کے بھتیجے شاہ خالد نے قتل کر دیا۔ اس قتل کے پیچھے بھی حسن زن کار فرما تھا۔ جیفرے رابنسن برطانیہ کا رائٹر نے ,,ذکی یمنی کے عروج و زوال" ایک کتاب لکھی۔ وہ تحریر کرتا ہے۔

ابن سعود کے پندرھویں صاحبزادے کا صاحبزادہ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہا ہے وہ منشیات کا استعمال کرتا ہے۔ ۱۹ے۱ء میں اسی جرم میں پکڑا جاتا

ہے۔ مگر امریکن گورنمنٹ چھوڑ دیتی ہے۔ حالانکہ یہ جرم سنگین جرم ہے۔ یہی سعودی شہزادہ ایک امریکن کال گرل کا اسیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ کئی سال ایک فلیٹ میں گزارتا ہے۔ وہ لڑکی منشیات اور نفسیات کے ذریعے اپنا آلہ کار بناتی ہے۔ شاہ فیصل کا وزیر تیل ذکی یمنی ویانا میں ایک کے اجلاس کے دوران اغوا کر لیا گیا۔ دنیا کا بدنام دہشت گرد کارلوس کی تحویل میں تھے ایک دن کارلوس آیا اور ذکی یمنی سے گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ,,میں شاہ فیصل کے قاتل کو جانتا ہوں۔ میں اس کی امریکن گرل فرینڈ کو چھیڑا کرتا تھا۔ کہ وہ ایک رجعت پسند سعودی نوجوان کی محبوبہ ہے اور وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ وہ رجعت پسند نہیں وہ جلد ہی ایسا کام کرے گا جس سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایک ہیرو ہے" پھر ایک دن شاہ خالد نے اپنے چچا کو گولی مار دی۔ یہ مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہتا تھا یہ ایک جدا بینک بنانے کا متمنی تھا۔ یہ انگریزوں کی چالوں کو سمجھتا تھا۔ مسلمان ممالک پر انگریزوں کے تسلط کو ختم کرانا چاہتا تھا۔ تیل کی پاور کو خوب استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ زندہ رہتا تو مسلم ممالک کچھ کے کچھ ہو جاتے۔ مگر افسوس۔ اس کلمہ گو کو ایک کلمہ گو ہی نے مار دیا۔

محمد بن قاسم کا قتل :۔

عماد الدین جو محمد بن قاسم کے نام سے مشہور ہے ۔ دو مسلسل ناکامیوں کیوجہ سے حکمران پریشان تھے کہ سندھ پر حملہ کرنے کے لئے کس کو بھیجا جائے۔ حجاج بن یوسف کی نظر صوبہ شیراز و فارس کے گورنر اور اپنے داماد محمد بن قاسم پر پڑی دیبل موجودہ کراچی کے قریب راجہ داھر کے قزاقوں نے مسلمانوں کے ایک جہاز کو لوٹ لیا۔ اور اس میں موجود یتیم بچے بچیوں اور بیواؤں کو قید کر لیا۔ جب یہ خبر عراق پہنچی تو اس نے جلتی پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ حجاج نے خصوصی اجازت لیکر اپنے داماد کو جس کی

عمر صرف سترہ سال تھی۔ فہم و فراست میں بے مثال عقل و دانش میں لاجواب بارہ ہزار کا لشکر دیکر روانہ کیا عظیم فاتح بہترین مدبر' جادو بیاں مقرر ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھا۔

ا۔ ناقابل تسخیر قلعہ دیبل فتح کیا

۲۔ راجہ بھدر کن گورنر نیرون کو مطیع کیا

۳۔ سیوستان کا علاقہ فتح کیا جو راجہ داھر کے بھتیجے بجرا کے ماتحت تھا

۴۔ سیم کا قلعہ فتح کیا

۵۔ راجہ داھر دس ہزار سواروں اور تیس ہزار پیدل اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ مقابلہ پہ آیا محمد بن قاسم نے اس ملعون کو شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس قدر عقلمندی اور تدبر سے حکومت کی کہ ڈاکو تک اس امیر کے مطیع ہو گئے۔ اس نے تین سال کے عرصہ میں ملتان تک علاقہ قبضہ میں کر لیا یہ عظیم جرنیل عالی دماغ حاکم زندہ رہتا تو کیا ہوتا۔ مگر بدقسمتی دیکھیے ۷۱۵ء ولید بن عبدالملک کے بعد اس کا بھائی سلیمان تخت خلافت پر بیٹھا تو صرف ذاتی رنجش کی بنا پر کوئی جرم نہیں۔ کوئی خطا نہیں' کوئی بغاوت نہیں' صرف ذاتی رنجش کی بنا پر اس بہادر' عادل انسان کو پابہ زنجیر دربار خلافت آنے کا حکم دیا اسکی شرافت دیکھو اپنے آپ کو راضی خوشی پیش کر دیا۔ چاہتا تو بغاوت کر دیتا میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ خلیفہ کچھ نہ کر سکتا۔ اس عظیم جرنیل کی ہر دلعزیزی کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے جب وہ قید ہو کر جارہا تھا بچے بوڑھے جوان' مرد و عورت سب رو رہے تھے وہ دلوں پہ حکومت کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کے بت بنا کر پوجے اس کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔

خلیفہ نے اس عظیم انسان کو قید کروا دیا۔ اس پر دردناک مظالم ڈھائے یہ صبر

سے سہتا رہا۔ اور قید میں مار دیا گیا۔ افسوس۔۔۔۔ ایک کلمہ گو نے دوسرے کلمہ گو کو زبردستی موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ ذرا سوچیے اگر محمد بن قاسم اور زندہ رہتا تو کیا کوئی ظالم زندہ رہتا؟ مسلمانوں کی سلطنت میں سورج غروب نہ ہوتا اور اب یہ عالم ہے کہ طلوع ہی نہیں ہوتا۔

امام اعظم :۔

نعمان ابن ثابتؒ آسمان فقہ کا آفتاب ۸۰ھ کو طلوع ہوا۔ علم کے درخت کی ہر شاخ کو پکڑا۔ مگر شاخ فقہ ایسی پسند آئی کہ پھر اس شاخ کو نہ چھوڑا۔ حضرت حماد رحمتہ اللہ علیہ سے اس کی حفاظت کا "دل" سیکھا۔ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپؒ نے آٹھ صحابہ کبار کی زیارت کی ہے۔ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے تو متعدد بار ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ جو مسئلہ لوگوں کے لئے ایک "مسئلہ" بن جاتا وہ آپ ایک لحظہ میں حل کر دیتے۔ جب لوگ ہمعصر علماء سے مایوس ہو جاتے تو اس نابغہ عصر کے پاس آجاتے۔ انہیں آس ہوتی کہ وہاں یاس نہیں۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صفحہ ۹ پر امام اعظم کا تعارف یوں کرایا۔

The leading fiqah scholar and theologian in Iraq

"عراق کا فقیہ اعظم اور متکلم"

جس کے اخذ کردہ مسائل نے ایک قانون کی شکل اختیار کر لی تھی۔ جو دنیائے اسلام کے اکثر حصوں پہ رائج تھے۔ (میں نے تھے کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے، اب عدالتوں میں اسلامی قوانین نہیں ہیں۔ چونکہ ہم برطانیہ کے نوکر ہیں اس لئے انکے وضع کردہ قوانین رائج ہیں) انکے مستنبط مسائل یعنی فقہ حنفی کی مقبولیت کا اندازہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ان الفاظ سے لگا لیجیے۔

Under the Ottaman the judgment seats were acc upied by the Hanafies sent from Constantin even in countries where the population followed another maddhab

"عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے۔ جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیروکار تھی"

جن کے بارے میں امام شافعیؒ نے کہا

الناس عيال في الفقه على ابی حنيفه

"فقہ میں لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں"

آپؒ رات کو کھڑے ہوتے اور ایک ہی رکعت میں قرآن پاک ختم کر دیتے۔ چالیس سال تک آپ کا طریقہ مبارک تھا کہ ساری رات عبادت کرتے اور عشاء کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا فرماتے۔ خدا کی بارگاہ میں اس قدر روتے کہ ہمسائے رحم کھانے لگ جاتے آپ کے چہرہ مبارک پر رونے کے اثرات ہمہ وقت رہتے۔ آپ سن کر ضرور افسوس کریں گے کہ اس عظیم فقہی متقی پرہیز گار' خداترس' عالم جس کے کروڑوں پیروکار دنیا میں موجود ہیں۔ اس نابغہ روز گار ہستی کو زہر دیکر ابو جعفر منصور نے مروا دیا۔ اس بادشاہ کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ امام اعظمؒ نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ خروج جائز ہے۔ خلافت کا حق سادات کا ہے۔ اس نے امام اعظمؒ کو پھانسنے کے لئے جج کا عہدہ پیش کیا آپ کو معلوم تھا کہ جج صاحبان حکمرانوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہوتے ہیں۔ یہاں اللہ کا حکم نہیں حکمران کی منشا چلتی ہے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ بادشاہ اصرار کرتے

آپ انکار کریں۔ منصور نے کہا اللہ کی قسم میں آپ کو قاضی بنا کے رہوں گا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا۔

"اللہ کی قسم میں یہ عہدہ قبول نہ کروں گا"

اس ظالم نے امام پر اتنے کوڑے برسائے کہ قمیض پھٹ گئی اور خون بہنے لگ گیا۔ افسوس افسوس! حکم صادر کیا کہ انہیں قید کر دیا جائے اور خوب تنگ کیا جائے۔ کئی عرصہ اس ستر سالہ ضعیف کو پیٹا جاتا رہا۔ پھر بھی یہ نہ جھکا تو زہر کا پیالہ زبردستی لٹا کر منہ میں انڈیل دیا گیا۔ زہر آپ کے جسم میں سرایت کر گیا۔ آپ نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اسی وقت سجدہ میں گر گئے۔ سجدہ کی حالت میں جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہائے افسوس علم کے ستون کو مسلمانوں نے اقتدار کے ہتھوڑے سے توڑ دیا۔ ایک کلمہ گو کلمہ گو بادشاہ کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا قتل :۔

۶۱ ہجری بمطابق ۶۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام عبدالعزیز بن جروان اور والدہ کا نام ام عاصم تھا جو حضرت عمرؓ کی پوتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سونے کا چمچہ لیکر پیدا ہوئے۔ کیونکہ آپ کے والد گرامی گورنر مصر تھے۔ عنفوان شباب میں خوب فضول خرچی کی جو سوٹ ایک بار پہن لیتے دوبارہ نہ پہنتے۔ جب بار خلافت ۹۹ ہجری ماہ صفر کو سلیمان بن عبدالملک کے بعد کندھوں پہ پڑا تو یکسر بدل گئے۔ خلافت سے پہلے آٹھ سو درھم والا کپڑا پہنتے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد آٹھ درہم والا کپڑا پہننے لگے۔ اپنی ساری دولت غریبوں میں تقسیم کر دی۔ جن زمینوں پہ اموی امراء نے ناجائز قبضہ جمار کھا تھا۔ وہ ان کے مالکوں کو دلائیں۔ بیجا اخراجات بند کر دیے۔ حجاج کے لگائے ہوئے ٹیلس ختم کر دیے۔ حجاج بن یوسف کے پورے خاندان کو یمن جلاوطن کر دیا۔ اس طرح

عدل و انصاف کیا کہ خلفاءِ راشدین کا دور یاد آ گیا۔ عقلمند اور مظلوم آپ کو عمر ثانی کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ زندگی اتنی سادہ گزارتے کہ حاکم ہونے کے باوجود دو درھم روزانہ روزینہ لیتے۔ اور اسی سے اخراجات پورے کرتے۔ آپ کے عہد حکومت میں لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے نکلتے کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔

حجاج بہت ظالم تھا بیت المال بھرنے کے لئے جبر کرتا تھا۔ پھر بھی دو کروڑ درھم سالانہ عراق کی آمدنی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں بارہ کروڑ چالیس لاکھ درھم سالانہ ہو گئی۔ ایسا منصف، خدا ترس، سادہ لوح، پرہیزگار، عادل بادشاہ زیادہ عرصہ زندہ رہتا اور لوگ اسکی مدد کرتے تو یقیناً اسلام آگے اور پھیلتا مگر بد قسمتی دیکھئے اموی امراء انکے خلاف ہو گئے کہ اس نے ہماری عیش و عشرت کو بند کیوں کیا ہم کو ظلم کرنے سے کیوں روکا۔ بس مخالف ہو گئے اور غلام کے ذریعے زہر ڈلوا دیا تھا۔ ہائے افسوس! ایک بے مثل بادشاہ کو مسلمانوں نے مار دیا۔

افسوس۔ افسوس صد افسوس

امیر محمد بن محمود غزنوی کا قتل :۔

جب محمود غزنوی کا انتقال ہوا تو اسکی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کے داماد امیر علی بن ارسلان نے امیر محمد کو گورگان سے بلا کر باپ کا جانشین بنا دیا۔ اس عظیم باپ کے عظیم بیٹے نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی رعایا کے لئے خزانہ کے منہ کھول دیئے۔ ہر شہری خوشحال اور ہر فوجی مطمئن تھا۔ امیر محمد کا بھائی (جو عداوت رکھتا تھا اور خود خلیفہ بننا چاہتا تھا) امیر مسعود نے کہا کہ میرا نام بھی خطبہ میں اپنے نام کے ساتھ پڑھایا کرو۔ امیر محمد نے انکار کر دیا۔ کہ خطبہ میں صرف سلطان کا نام ہوتا ہے۔ بات جنگ تک پہنچ گئی۔ امیر محمد یکم رمضان کو ۴۲۱ھ میں لشکر جرار لیکر بیاباد خیمہ زن ہوا۔ مکمل

رمضان اسی مقام پہ گزارا۔ شوال کی تین تاریخ کو اس کے مشہور امراء امیر علی۔ امیر یوسف۔ اور میر حسن نے بغاوت کر دی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے غداری کر دی۔ اپنے فیاض اور حقیقی بادشاہ کو گرفتار کر کے قلعہ خلج میں بند کر دیا۔ اور خود امیر مسعود سے مل گئے۔ مسعود نے اپنے بھائی کو آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اندھا کر دیا۔ مسعود کے بیٹے مودود نے ۴۳۲ھ میں امیر محمد کو قتل کر دیا۔ ہائے افسوس! یہ دونوں بھائی مل کر کام کرتے تو عوام خوشحال ہوتی اور اسلام مزید پھلتا پھولتا۔

سلطان مسعود بن محمود غزنوی کا قتل :۔

محمود غزنوی کا یہ بیٹا طاقت اور بہادری کے میدان میں ”رستم ثانی“ کے لقب سے مشہور ہوا۔ تیر اتنی طاقت سے چھوڑتا تھا کہ وہ لوہے میں سوراخ کر دیتا۔ بات کرتے ہوئے ادب کو ملحوظ خاطر نہ رکھتا تھا۔ اسی خصلت نے اسے باپ سے دور کر دیا۔ حالانکہ محمود غزنوی کا جانشین بننے کی یہی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس بات کا اظہار خود محمود غزنوی نے ابو نصر سے ان الفاظ میں کیا۔ کہ

”مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مسعود ہر لحاظ سے امیر محمد سے بہتر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے بعد سلطنت مسعود ہی کے قبضے میں آئے گی لیکن جو کچھ میں کر رہا ہوں اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ امیر محمد نے میری زندگی میں ہمیشہ میری عزت کی ہے“

(بہر حال سلطان مسعود نے)

۱۔ ۴۲۲ھ کو کیچ اور مکران کو فتح کیا

۲۔ رے (تہران) اور ھمدان میں بغاوتوں کا سر کچلا

۳۔ ۴۲۴ھ میں ہندوستان پر حملہ کیا

۴۔ درہ کشمیر میں سرستی کے قلعہ پر اپنی فتح کا جھنڈا گاڑا

۵۔ ۴۳۵ھ میں طبرستان کے کئی علاقے فتح کئے

۶۔ قلعہ ہانسی جو ناقابل تسخیر تھا چھ روز میں مسخر کیا

۷۔ سون پت کا قلعہ فتح کیا۔

اس عظیم فاتح۔ بہادر۔ سخی حاکم کو جب وہ اپنے دولت سے لدے ہوئے اونٹوں کے ساتھ لاہور جارہا تھا۔ راہ میں اس کے قابل اعتبار غلاموں نے دولت بھی لوٹ لی اور اپنے بادشاہ پر حملہ بھی کر دیا وہ جان بچانے کے لئے رباط میں قلعہ بند ہو گیا۔ مگر فوجیوں نے گرفتار کر کے امیر محمد (اندھے) کے آگے پیش کیا۔ امیر محمد نے اپنے بھائی سے کہا میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ مگر نظر بند ضرور کروں گا۔ بتاؤ کس جگہ نظر بند ہونا چاہتے ہو؟ امیر مسعود نے قلعہ گیری میں اسیری پسند کی۔ مگر افسوس' بہادر' ہنس مکھ' بدلہ سنج' علماء کا قدر دان انکی محفل میں بیٹھنے کو سعادت سمجھنے والا انسان اپنے بھتیجے کے ہاتھوں مارا گیا۔ امیر محمد خود تو اندھا تھا اصل میں حکومت اس کا نابکار بیٹا احمد چلاتا تھا۔ ۴۳۲ھ کو وہ قلعہ گیری گیا۔ اپنے چچا مسعود کو پکڑا اور کنویں میں پھینک دیا اور اوپر سے پتھر و مٹی ڈال دی۔ ہائے اللہ کیا ظلم ہے! ایک مسلمان نے اپنے سے کئی گنا افضل و قابل کو قتل کر دیا۔ زندہ در گور کر دیا۔ افسوس۔ افسوس ایک جاہل نابکار ناخلف نے ایک عقلمند عالم بہادر سخی کو مار دیا۔ مسلمان اس سے غداری نہ کرتے تو یہ ضرور محمود غزنوی کی سلطنت کو وسیع کرتا مگر افسوس ایک مسلمان دوسرے کے ہاتھوں مر گیا

عبدالرشید بن محمود غزنوی کا قتل:۔

امیر مودود بن امیر مسعود بن محمود غزنوی کی وصیت کے مطابق ۴۴۳ھ میں عبدالرزاق بن احمد حسن میمندی نے عبدالرشید کو قید سے نکالا اور دوسرے امراء کے ساتھ غزنی کی جانب بڑھا تمام سازشیوں کو سزا دی روٹھے ہوؤں کو منایا۔ سلطنت کا

انظام خوش اسلوبی سے چلایا۔ مگر افسوس ـــــــ! سلطان عبد الرشید نے اپنے برادر نسبتی طغرل حاجب کو ایک لشکر جرار دیکر سیستان روانہ کیا۔ یہ علاقہ مفتوح ہوا۔ یہاں ایسے قدم جمائے کہ طغرل کے دل میں حکمرانی کا شوق پیدا ہوا۔ اس شوق کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے اپنے ہی محسن سلطان عبد الرشید کی طرف غزنی رخ کیا طغرل کی آمد کی خبر سن کر سلطان قلعہ بند ہو گیا۔ طغرل نے قلعہ مسخر کیا اور اپنے سلطان، آقا امیر بھنوئی اور اپنے محسن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

"ایک اور مسلمان مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا"

رضیہ سلطانہ کا قتل :۔

یہ سلطان شمس الدین التمش کی بڑی بیٹی تھی۔ التمش تعریف کا محتاج نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اس بادشاہ کو کئی بار آقا نامدار، احمد مختار ﷺ کی زیارت ہوئی۔ سچا انسان، علماء و صوفیا کا قدر دان۔ مجاہد میدان، رعایا کے حقوق کا نگہبان اس نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ "میرے بیٹوں سے بڑھ کر میری بیٹی رضیہ میں حکمرانی کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ میرے بیٹے باوجود اس بات کے کہ وہ میرے دست نگر ہیں شراب و شباب میں ڈوبے رہتے ہیں۔ یہ عورت ہے لیکن فہم و فراست دانش مندی اور سیاست میں مردوں سے بڑھ کے ہے۔

یہی ہوا جب سلطان شمس الدین التمش راہ عدم کو گیا تو اسکے بعد اس کا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا۔ تو حکومت کی لگام اس کی ظالم، کینہ ور، حاسد، جاہل ماں کے ہاتھ آئی۔ اور خود وہ شراب ساتھ لیکر شباب کی وادیوں میں گھومتا رہتا۔ حکومت کی کشتی میں سوراخ ہو گیا۔ بلکہ کئی سوراخ ہو گئے۔ پانی اندر آگیا۔ ہر طرف سے بغاوتوں کی آندھیاں چلنے لگیں۔ ایسے حالات میں وزیر نظام الملک، اعز الدین، تاج الدین، ملک محمد بہاؤ الدین

حسن نے باہمی مشورے سے رضیہ سلطانہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کر لیا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اس کا شوق تھا۔ مذہبی معلومات رکھتی تھی دوسرے علوم پر بھی کافی دسترس تھی۔ رضیہ سلطانہ نے اپنی فہم و فراست سے بغاوتوں کو ختم کیا۔ مگر انہی لوگوں نے جو اسے تخت پر لائے تھے۔ تختہ پر لیجانے کے مشورے کرنے لگے۔ رضیہ سلطانہ انکی سرکوبی کے لئے جب بھٹنڈہ جارہی تھی تو راستے میں ترکی امراء نے اس پر حملہ کر کے اسے قید کر دیا اور تخت پر معزالدین بہرام شاہ کو بٹھادیا۔ رضیہ سلطانہ نے مجبوراً اپنے دشمن ملک التونیہ جس کے قلعہ میں وہ قید تھی سے شادی کر لی۔ اور ایک بہت بڑا لشکر لیکر دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ ۴ ربیع الاول ۶۳۷ھ کو کیتھل کے گردو پیش میں زبردست جنگ ہوئی۔ رضیہ سلطانہ نے شکست کھائی۔ چند زمینداروں نے میاں بیوی کو گرفتار کر کے معزالدین کے دربار پیش کیا۔ معزالدین نے صرف اپنی بادشاہت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی قابل بہن کو قتل کروادیا۔

افسوس ایک بادشاہ مسلمان نے اپنی مسلمان بہن کو قتل کروادیا۔ اگر یہ آپس میں مل کر حکومت کرتے کیا مسلمانوں کے قدم مضبوط نہ ہوتے؟ مگر افسوس اس کو قتل کر دیا گیا۔

سیدی مولہ کا قتل :۔

جلال الدین خلجی کے دور میں ایک بہت ہی بزرگ ہستی کا دور دراز تک چرچا ہوا۔ خدا نے انکے لئے غیب کے خزانے کھول دیئے۔ یہ جرجان سے چلے اور مغرب کے ممالک میں اکتساب فیض کے لئے پھرتے رہے۔ جب روحانی دولت سے مالامال ہو گئے تو واپس جرجان گئے۔ ایک دن شوق اٹھا کہ شیخ فریدالدینؒ کے چرنوں کے چھوا جائے۔ پاک پتن آئے۔ آپ نے شرف ملاقات بخشا فریدالدینؒ گنج شکر کہنے لگے۔ ہم نے

تمہارے دل کی بات بوجھ لی ہے۔ تم چاہتے ہو کہ دہلی میں خلق خدا کی خدمت کرو۔ جاؤ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں مگر ایک بات یاد رکھنا۔ امراء سے میل جول نہ بڑھانا۔ یہ تخت والے تختہ پر لیجاتے ہیں۔ اجازت نامہ لیکر سیدی مولہ دہلی روانہ ہوئے وہاں جا کر ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کروائی۔ آپ کی خانقاہ چند دنوں میں مرجع خلائق بن گئی۔ بے سہارہ و بے کس مجبور و مظلوم، غریب، غریب الوطن یہاں آکر پناہ لیتے۔ دستر خوان کا یہ عالم تھا کہ اک عالم کھانے آتا تھا۔ آپ کی خانقاہ میں روزانہ ایک ہزار من میدہ۔ چالیس من شکر پانچ سو من گوشت اور کئی من گھی انکے باورچی خانہ میں صرف ہوتا تھا۔ ہر طرح کا آدمی آپ کی خانقاہ میں فروکش ہوتا تھا۔ اور اس کو حلال ضروریات جتنی ہوتیں اور جس طرح کی ہوتیں ملتی تھیں۔ جو آکر سیدی مولہ سے دولت مانگتا فرماتے جاؤ۔ فلاں بوری کے نیچے چاندی کے سکے ہیں۔ فلاں پتھر کے نیچے سونے کے سکے ہیں لے لو وہ جاتا اور پاتا۔ دنیا حیران تھی۔ اس بزرگ کی کیا شان تھی۔ امراء ان کا دم بھرنے لگے۔ بیماروں کو دم کرنے لگے کچھ سازشی انکو اپنے میں ضم کرنے لگے۔ کسی نے بادشاہ جلال الدین کے کان میں یہ بات پھونک دی کہ سیدی مولہ تخت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور تمہارے قتل کا پروگرام بنالیا ہے۔ بادشاہ نے شک کی بنا پر آپ کو گرفتار کر لیا اور سیدی مولہ کو اپنے ہمراہ لیکر کوشک محل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ خود تو محل میں قیام پذیر ہوا مگر اس بے کسوں کے سہارے کو بے سہارا باہر کھڑا کر دیا۔ اور اندر اپنے شکوک و شبہات کے متعلق احباب سے گفتگو کرنے لگا۔ اندر گفتگو ہو رہی ہے۔ اور باہر فیصلہ بھی ہو گیا بادشاہ کے بیٹے ارکلی خان نے فیل بان کو اشارہ کیا فیل بان نے اشارہ پاتے ہی مست ہاتھی چھوڑ دیا اس ہاتھی نے سیدی مولہ کو کچل دیا۔ یہ منظر آسمان نہ دیکھ سکا اس نے فوراً منہ پر کالی چادر لے لی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔

ہائے اللہ جس کے در پر ایک خلق پرورش پا رہی تھی جو غریبوں کا ٹھکانہ تھا صرف ذاتی انا کی خاطر ایک مسلمان نے جو مسلمانوں کا سایہ تھا اس کے سر سے آسمان کا سایہ اٹھا دیا۔ یہ بزرگ زندہ رہتے تو کتنی خلق خدا فیض یاب ہوتی۔۔؟ مگر افسوس اس کو قتل کر دیا گیا۔

جلال الدین خلجی کا قتل :

یہ ۶۸۸ھ کو شمس الدین کے بعد دہلی کا بادشاہ بنا۔ اس نے دہلی کی بجائے کیلوکھری کو اپنا مستقر قرار دیا۔ یہاں اس نے بڑی خوبصورت عمارتیں اور مساجد تعمیر کروائیں۔ اپنے ہمدردانہ رویے اور خلوص و سخاوت سے دشمنوں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جب دہلی آیا تو بادشاہی محل کے قریب پہنچا تو اتر کر دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ بادشاہ نیک طبیعت کا مالک تھا۔ خوش اخلاق تھا در گزر و عفور سے بہت کام لیتا تھا۔ ایک واقعہ ملاحظہ کیجیے جس سے آپ کو خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے بھتیجے ملک چھجو نے اودھ کے حاکم امیر علی جامدار کی مدد اور پشت پناہی کی کڑہ میں اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا۔ اور سارے اودھ کا خود مختار فرمانروا بن بیٹھا۔ بہت سا لاؤ لشکر لیکر دہلی کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا کہ جلال الدین خلجی کا بیٹا ارکلی خان بھی فوجیوں کا جم غفیر لیکر مقابلہ کو آیا۔ خونریز معرکہ ہوا۔ ملک چھجو کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو گیا۔ امیر علی جامدار اور دوسرے بلبنی امراء گرفتار ہوئے۔ گلے میں طوق اور پابہ زنجیر ان کو اونٹوں پر بیٹھا کر جلال الدین کے دربار روانہ کیا۔ جب یہ دربار پہنچے تو بادشاہ خلجی نے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ اور بلند آواز سے کہا۔ امراء سے یہ سلوک کس نے کیا؟۔ آزاد کیا۔ خلعت فاخرہ سے نوازا اور اپنے دربار میں بلند جگہ عطا کی۔ اپنے ہاتھوں سے انکی مہمان نوازی کی ملک چھجو جب گرفتار ہو کر آیا تو اسکے

ساتھ بھی بادشاہ نے اچھا سلوک کیا اور ملتان روانہ کر دیا۔ ملتان کے حاکم کو حکم جاری کیا کہ اسکی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ اسے اور اس کے خاندان کو جس شے کی ضرورت ہو فوراً بہم پہنچاؤ۔ بہت سے لوگوں نے کہا ,, یہ باغی ہیں انکو سزا دو ،، تو اس عظیم ہستی نے جو جملہ کہا وہ سنہری حروف میں لکھا جائے۔ کہا کہ میں نے غیاث الدین بلبن کا نمک کھایا ہے۔ ان امراء اور اسکے وارثوں کو قتل کرنا مجھے زیب نہیں دیتا۔ ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ مگر پھر دل سے ہائے نکلتی ہے۔

بادشاہ نے اپنی ایک حسین و جمیل بیٹی کا رشتہ علاؤالدین خلجی کو دیا۔ اسی داماد نے پر کھولے اور تھوڑی تھوڑی پرواز شروع کی۔ جلال الدین کو اطلاع دیئے بغیر دکن کی مہم سر کرنے چلا گیا۔ دیوگڑھ فتح کیا بہت سامال غنیمت ہاتھ لگا دانشمند وزراء نے بادشاہ کو علاؤالدین کی نیت سے آگاہ کر دیا۔ مگر ان کی باتوں کا یقین نہ کیا علاؤالدین کی باتوں میں آگیا جائے اسکے وہ مال غنیمت لیکر بادشاہ کے دربار پیش ہوتا۔ بادشاہ خود مال و دولت لینے کٹرہ روانہ ہو گیا صرف پانچ سو سواروں کے ساتھ علاؤالدین نے دریائے گنگا کے پار مانک پور کے مقام پر ڈیرے ڈالے۔ بادشاہ کے استقبال کے لئے اپنے بھائی الماس کو بھیج دیا خود نہ گیا اور بھائی سے کہا کہ جس طرح ہو سکے بادشاہ کو تنہا کنارے پہ لانا۔ الماس بادشاہ کے قریب آیا قدم بوسی کے بعد عرض کرنے لگا (چہرے پر درد و الم لا کر)

,, بادشاہ سلامت! خدا آپکا سایہ ہمارے سر پر تادیر رہے علاؤالدین آپ سے خوفزدہ ہے کیونکہ آپکے وزراء نے اس کے خلاف آپکے کان بھر دیئے ہیں۔ وہ خودکشی کرنا چاہتا تھا مگر میں نے بچایا اور تسلی دی کہ ذرومت بادشاہ سلامت رحمدل ہیں وہ تمہاری خطا کو عطا میں بدل دیں گے۔ حضور والا! ابھی بھی اس کے دل میں خوف متمکن ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کے ان جانثاروں کو ساتھ دیکھ کر وہ یہ سمجھے کہ آپ اسے گرفتار کرنے آئے

ہیں۔ اور وہ فرار ہو جائے۔ مہربانی کر کے ان کو خود سے جدا کر دیجئے۔" بادشاہ سلامت باتوں میں آ گئے۔ اور چند مصاحبوں کے علاوہ سب کو پیچھے کشتیوں میں رہنے کا حکم دیا۔ ۷ ار مضان المبارک ہے بادشاہ سارے راستے تلاوت کلام پاک کرتا رہا۔ عصر کے وقت کشتی کنارے لگی۔ علاؤالدین خلجی آگے بڑھا قدم چومے۔ بادشاہ نے سب جرم معاف کر کے گلے سے لگالیا انہیں لمحوں میں علاؤالدین خلجی نے اپنے کارندوں کو اشارہ کیا وہ گھات سے نکلے۔ سمانہ کے محمود بن سالم نے بادشاہ کو تلوار ماری۔ بادشاہ زخمی حالت میں کشتی کی طرف بھاگا۔ مگر افسوس۔ اختیار الدین نے تیزی سے تلوار مار کے سر تن سے جدا کر دیا۔ روزے کی حالت میں مار دیا۔ آسمان رو پڑا زمین کانپی۔ دریا تڑپا۔ درخت غشی کی حالت میں ادھر ادھر گرنے لگے۔ اور فرشتے یہ کہہ رہے تھے او ظالم انسان تو نے خوش اخلاق' عالی ظرف' عفو و در گزر کرنے والے کو نمازی' غازی' قاری کو صرف ذاتی مفاد کے لئے مار دیا۔ پھر تاریخ بولی دیکھو مسلمان نا قابل شکست ہے اسکو جب بھی مارا مسلمان نے مارا۔ اس نیک بادشاہ کا سر نیزے پر چڑھایا گیا اور گلیوں میں پھرایا گیا۔

فخر الدین کا قتل:

یہ بنگالہ کے حاکم قدر خان کا اسلحہ دار تھا۔ ۷۳۹ھ میں جب قدر خان سنار گاؤں میں مرا اس نے اپنے آقا کی ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا ملک میں اپنا سکہ جاری کیا اور اعلان کروا دیا کہ خطبہ میں سلطان فخر الدین کا نام پڑھا جائے۔ سلطان محمد تغلق نے اس کی سرکوبی کے لئے حاکم لکھنوتی کو بھیجا۔ فخر الدین جنگلوں میں روپوش ہو گیا۔ باغیوں سے ساز باز کر کے دوبارہ بنگالہ پر قبضہ کر لیا۔ حاکم لکھنوتی سے بدلہ لینے کے لئے اپنے ایک مخلص غلام کو لکھنوتی پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا مگر علی مبارک کے ہاتھوں شکست کھائی۔ ادھر سے سلطان دہلی محمد تغلق نے یوسف داروغہ دہلی کو حاکم لکھنوتی بنا کر بھجاوہ

راستے میں انتقال کر گیا اب علی مبارک ہی لکھنوتی کا حاکم بن گیا۔ بد قسمتی دیکھئے اسے ایک امیر ملک الیاس نے قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا اور اپنا نام سلطان شمس الدین رکھ لیا۔ ۷۴۱ھ میں اس نے بنگالہ کے دارالحکومت سنار گاؤں پر حملہ کیا فخر الدین کو پکڑ ا اور لکھنوتی جا کر موت کی دیوی کے سپرد کر دیا۔ اور اس طرح ایک اور مسلمان مسلمان کے ہاتھوں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا

افسوس۔۔۔افسوس۔۔۔صد افسوس۔۔۔

فتح شاہ کا قتل :۔

اسی شہر بنگالہ میں ۳۱۵ سال بعد پھر میرا مقولہ صادق آیا۔ فتح شاہ بڑا پڑھا لکھا عقلمند فرمانروا تھا۔ مگر افسوس اسے شاہی محلات کے کلید بردار سلطان شہزادہ نے ۸۶ ۷ ءکو تہہ تیغ کیا اور خود حاکم بنگالہ بن گیا۔ ہائے ظالمو! تم نے اپنے ہی آقا کو ہم مذہب کو مار ڈالا۔ مگر یہ بھی نہ بچ سکا۔ ملک الامراء ملک اندیل نے موقعہ پا کر تلوار کا وار کر دیا۔ تلوار کا وار خالی گیا ہاتھا پائی شروع ہو گئی۔ بادشاہ طاقتور تھا وہ ملک الامراء پہ غالب آ گیا۔ ملک الامراء نے بادشاہ کو بالوں سے پکڑ لیا۔ یغرش خاں ترک کو آواز دی وہ اندر آیا صورت حال دیکھ کر تلوار کے یوں وار کرنے لگا کہ ملک الامراء کو نہ لگیں بادشاہ نے خود کو مردہ ثابت کیا اور ایک طرف لڑھک گیا۔ دونوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا ہے اسے چھوڑ کر باہر آئے۔ دربان تواچی خان حبشی نے پوچھا کامیاب ہو گئے ؟ بولے ہاں" نمک حرام کا خاتمہ کر دیا ہے" تواچی اندر گیا شمع روشن کی بادشاہ کے چہرے پر نظر پڑی تو کہنے لگا او ہ لوگو! ہمارے بادشاہ کو غداروں نے مار دیا بادشاہ نے سمجھا میرا ہمدرد آیا ہے فوراً اٹھا کہنے لگا میں مرا نہیں بتاؤ ملک الامراء کدھر ہے ؟ حضور وہ تو آپ کو اپنی دانست میں مار کر چلے گئے ہیں بادشاہ نے کہا جاؤ فلاں فلاں امیر کو بلا کر لاؤ تواچی خان باہر آیا تو ملک الامراء کے پاس گیا اور کہنے لگا تم

نمک حرام کو مار کر آئے ہو وہ تو زندہ ہے۔سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ اچھا!!
دوبارہ تواچی خان اور ملک الامراء اندر آئے خنجر نکالا اور اپنے خنجر سے۔۔۔ایک مسلمان
کا خنجر دوسرے مسلمان کے پیٹ میں راستہ بناتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

سیدی بدر دیوانہ المعروف مظفر شاہ کا قتل :۔

ملک الامراء ملک اندیل فیروز شاہ کے لقب سے حاکم بنگالہ بنا۔ اسکی وفات کے بعد
اس کا بیٹا محمود شاہ برائے نام بادشاہ بنا۔ اصل حکم حبشی خاں کا چلتا تھا۔ محمود شاہ کو
"اوپر" بھیج دیا۔(واہ مسلمانوں کیا کیا گل کھلائیں ہیں تم نے تاریخ کے باغ میں)اور خود مظفر
شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا یہ ظالم بہت تھا ظلم کے نئے نئے طریقے ایجاد کرتا تھا۔
ظلم کا سائنسدان تھا بڑے بڑے علماء اسکی تلوار سے ملے۔ پھر وہ زمین سے مل گئے۔ لوگ
اسکے ظالمانہ رویے سے تنگ آکر باغی ہو گئے۔ مظفر شاہ ۹ ہزار فوجیوں کے ساتھ قلعہ بند
ہو گیا کافی عرصہ خود کو مقید رکھا تنگ آمد بجنگ آمد باہر آیا۔ مقابل پہ وزیر سید شریف مکی
تھا۔ دونوں کے بیچ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اے رفیقان اسلام! آپ انگشت بدنداں رہ
جائیں گے اس جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار لوگوں کا خون بہایا گیا۔ خون اس طرح زمین
پر بہہ رہا تھا جیسے سیلاب میں پانی۔ آخر کار مظفر شاہ گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا تاریخ میں
ایک قتل اپنے کا اپنے کے ہاتھوں ہو گیا۔

آپ غور فرمائیں ایک لاکھ بیس ہزار جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی یہ فوج
ہوتی سید شریف اور سیدی بدر دیوانہ سپہ سالار ہوتے کیا ہند فتح نہ کر لیتے مگر افسوس یہ
خود کو مارتے رہے۔ اس بنگالہ میں افغانوں کی حکومت آگئی سلیمان کرمانی کے بیٹے بایزید کو
اسکے چچازاد بھائی یانسو افغانی نے قتل کر دیا۔ یانسو افغانی اسی وقت مار دیا گیا پھر داؤد خان
حاکم بنگالہ بنا اسے بھی خان جہان ترکمان نے ۹۸۳ھ کو مار دیا۔

مبارک شاہ بن خضر خان کا قتل :۔

آسمان ہند کے ایک اور ستارے کا حال سنئے جاؤ ذمہ دار با اصول سلطنت کے کاموں کو اپنے ہاتھوں سے کرنے والا بادشاہ ہونے کے باوجود کبھی کسی نے انکے منہ سے سخت کلمہ نکلتے نہیں سنا۔ مکروہات سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ۱۳ سال تین مہینے اور سولہ دن حکومت کی اس مدبر حاکم نے اپنے ایک امیر سرور الملک سے جس کے پاس اشراف اور وزارت کے عہدے تھے۔ اشراف کا عہدہ لیکر ملک کمال الدین کو دے دیا ملک کمال الدین نے اپنی فہم و فراست اور تجربہ کارانہ صلاحیتوں کی بنا پر بہت قوت حاصل کر لی۔ سرور الملک اپنا رتبہ کم محسوس کرنے لگا۔ اس نے صرف و صرف ذاتی انا کی خاطر بادشاہ کے قتل کا منصوبہ بنایا ۹ رجب ۸۳۷ھ کو بادشاہ جب اپنے تعمیر کردہ شہر "مبارک آباد" کی عمارتوں کی سیر کرنے کے بعد نماز جمعہ کی تیاری کرنے لگا تو نمک حراموں کی جماعت جس میں بادشاہ کا خاص وزیر قاضی عبد الصدور اور میراں نائب صدر عارض الملک شامل تھے اندر داخل ہوئے گنجو کھتری کے بیٹے سدپال نے تلوار ماری۔ ضرب تھی کاری۔ اور ساتھ ہی کئی تلواریں چلیں۔ تلواریں چلتی رہیں۔ جب تک خون چلنا بند نہ ہو گیا مسلمان اپنے نیک دل۔ نیک سیرت مدبر حاکم کو خون میں تڑپتا دیکھتے رہے۔ ہائے ظالمو! تم نے اپنے مسلمان بھائی کو مار دیا۔

بیرم خان کا قتل :

آپ کو دور اکبری میں لے چلوں۔

بیرم خان کا والد سیف علی بیگ بابر کا ملازم تھا اسے اسکی خدمت کے عوض غزنی کی جاگیر ملی۔ چھوٹی ہی عمر میں بیرم کے والد کا انتقال ہو گیا۔ بیرم بلخ چلا گیا وہیں تعلیم

حاصل کی۔ بہت سے علوم میں دسترس حاصل کی۔ عقلمند تھا۔ فن موسیقی میں ماہر، مجلس آرائیوں اور آداب شاہی میں ماہر۔ شعر گوئی اور انشاء پردازی میں نابغ عصر۔ اپنی بلند کرداری کیوجہ سے شہنشاہ ہمایوں کا خاص ساتھی بن گیا۔ ایک جنگ میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ شہنشاہ بابر بیرم خانکو دیکھنے کا مشتاق ہوا۔

۱۔ بیرم خان نے قندھار کا قلعہ فتح کیا بہت کم فوج کیسا تھ

۲۔ ہمایوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کرنا چاہا تو بیرم خان کو بنا کر بھیجا اپنا دایاں ہاتھ

۳۔ سرہند کا علاقہ بیرم خاں نے بغیر جنگ کے جیتا۔

۴۔ تاتار خان اور ہیبتخان تیس ہزار کا لشکر لے کر آئے بیرم خاں تعداد سے نہ ڈرا ان افغانیوں کو تیر مار مار کر بھگا دیا۔

۵۔ دہلی کے ارد گرد کئی علاقوں پر قبضہ کیا

۶۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے خانخانان 'یار وفادار ہمدم غمگسار کے خطابات سے نوازا

۷۔ ۹۲۲ھ کو نوشہرہ میں سکندر شاہ ۸۰ ہزار کی فوج لیکر آیا بیرم خان نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ۸۰ ہزار کو شکست دی

بیرم خان اکبر کا اتالیق تھا۔ اکبر نے اسے وکیل السلطنت بنادیا۔ یعنی مالی اور ملکی مہمات اسکے سپرد کردیں۔ بعد میں اکبر نے "خان بابا" کا خطاب عنایت کرکے یہ کہا کہ میں عمر میں چھوٹا ہوں تمام ملکی وسیاسی امور آپ کے سپرد کرتا ہوں جو کچھ مناسب سمجھو کرو میری منظوری ضروری نہیں۔

افسوس اس بے مثل انسان کو جسے افغانیوں کی دو لاکھ فوج نہ مار سکی۔ تاتار خان

کے تیس ہزار فوجی نہ مار سکے۔ایک مسلمان افغان مبارک خان نے بیرم خان کو خنجر کے پے در پے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔افسوس ایک نا قابل شکست بہادر ایک گھٹیا انسان کے ہاتھوں مارا گیا آیئے اب آپ کو دکن لئے چلتا ہوں۔

مجاہد شاہ بن سلطان محمد شاہ بھمنی کا قتل :

یہ دکن کا تیسرا مسلمان فرمانروا ہے۔ شکل وصورت سے گلفام۔ترکی زبان کا امام۔ تیر اندازی میں مشہور عام۔ مجاہد شاہ بیجانگر راجہ کشن رائے کا غرور توڑنے جارہا تھا۔تو ایک جگہ زمینداروں نے کہا جنگل میں شیر آگیا ہے جسکی وجہ سے گاؤں والوں کو آنے جانے کی بڑی تکلیف ہے ۔ مجاہد شاہ سات آدمیوں کو لیکر آگے بڑھا جنگل کے باہر ساتھیوں کو روک دیا کہ کوئی تلوار اور نیزہ استعمال نہ کرے۔شیر کی نظر پڑی تو شیر نے حملہ کیا مجاہد شاہ آگے بڑھ کر ایسا تیر مارا کہ شیر کے پہلو میں لگا اور دل کو چیرتا ہوا نکل گیا ۔بہادر اتنا تھا کہ تیرہ سال کی عمر میں تیس سالہ تنبول بردار کو دوران کشتی اٹھا کر یوں زمین پر پٹخا کہ اسکی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ انیس برس میں تخت نشین ہوا اسکی بہادری کے چرچے دشمنوں کے گھروں میں بھی تھے۔ہندو چھ لاکھ آٹھ ہزار کی فوج لیکر آئے مگر اسے نہ مار سکے اس بہادر بادشاہ کو اس کے چچا داؤد شاہ نے آدھی رات کے وقت خنجر گھونپ دیا آنتیں باہر نکال دیں ۔ بادشاہ مر گیا خون سے یہ عبارت لکھی گئی ۔

"کہ مسلمان نا قابل شکست قوم ہے اسے جب بھی مارا اپنوں نے مارا"

ایک جھلکی احمد نگر کی ہو جائے

مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل :۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی ہدیہ سلطانہ انکے گھر تھی۔ حسین نظام شاہ کے بعد

سلطنت احمد نگر کے یہ" آل ان آل بن گئے مذہباً شیعہ تھے اور دماغاً خراب تھے۔ سولہ سال تک خلوت نشین رہے۔ محمد قاسم فرشتہ نے کہا کہ" میں نے آج تک کوئی حاکم نہیں دیکھا جو اتنا عرصہ گوشہ نشین رہا ہو اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ بھی نہ ہوا ہو" مگر ایک حادثہ ہوا کہ مرتضٰی کی والدہ ملکہ عالیہ خونزدہ ہمایوں کا سلطنت میں بہت عمل دخل ہو گیا۔ انہیں کے احکامات چلتے۔ ان احکامات ... کی بدولت نظام شاہی سلطنت کا نصف ملکہ کے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کی جاگیر بن چکا تھا۔ جب کبھی مرتضٰی نظام شاہ کوئی حکم صادر کرتا تو اسے نافذ ہونے میں کئی رکاوٹیں عبور کرنا پڑتی تھیں۔ مرتضٰی شاہ نے یہ رکاوٹیں دور کرنے کی ٹھانی تو ملکہ عالیہ و امراء دشمن ہو گئے۔ مجبوراً ملکہ عالیہ کو گرفتار کرنا پڑا۔ دوسرے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ھ کو طویل سفر پہ روانہ ہوا۔ جدھر سے کوئی واپس نہیں آتا۔ قصور یہ تھا کہ مرتضٰی نظام شاہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بڑے سے بڑے حاکم کے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ اسے خبر ملی کہ اکبر بادشاہ ہماری سلطنت کے قریب پہنچا ہے تو اس نے فوراً اپنے جوانوں کو حملہ کی تیاری کا حکم دیدیا۔ امراء نے لاکھ کہا کہ دہلی کے فرمانروا سے لڑنا آسان کام نہیں۔ مگر شاہ اپنے فیصلے پہ چٹان کیطرح ڈٹا رہا وہ تو قسمت نے ساتھ دیا کہ اکبر شکار کر کے چل دیا۔ ان باتوں کی وجہ سے لوگ اسے دیوانہ کہتے تھے۔ ایک دن اسکا اپنا بیٹا جسے لوگ بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ قلعہ میں داخل ہوا۔ تلوار باپ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا کہ" میرا دل چاہتا ہے کہ اتنے زور سے گھونپوں کہ پیٹھ کی طرف نکل آئے۔ مگر تلوار سے نہ مارا ایک اور طریقہ تجویز کیا۔ حکم دیا کہ بوڑھے بادشاہ کو حمام لیجایا جائے۔ جب حمام داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا آگ تیز کر دی حمام کے تمام سوراخ بند کر دیے۔ اس طرح ایک ظالم بیٹے نے اپنے ملک کی

سرحدوں سے پیار کرنے والے باپ کو تڑپا تڑپا کے مار دیا۔ تاریخ کے
بوجھ میں ایک اور ظلم کا اضافہ ہوا۔

آئیں اب سلاطین تلنگانہ پہ اک نظر ڈالتے چلیں۔

سلطان قلی کا قتل :۔

یہ تلنگانہ کے پہلے خود مختار فرمانروا ہیں۔ یہ ترک سے سلطان محمد شاہ لشکری کے
عہد حکومت میں دکن آئے ۔ چونکہ خوش نویس تھے اور حساب میں مشاق اس لئے شاہی
محلات کا حساب نویس مقرر ہوئے۔ دیانتداری، امانتداری اور خوش اخلاقی جیسی نایاب
خصلتیں آپ میں موجود تھیں۔ تلنگانہ ان دنوں دکن کا ایک صوبہ تھا۔ اس صوبہ میں
بیگمات کی جاگیریں تھیں۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا قبضہ تھا محصول موصول نہ ہوتا تھا۔
سلطان محمد شاہ نے ایک امیر کو معاملات سدھارنے کے لئے بھیجنے کا ارادہ کیا سلطان قلی
کو جب ارادہ کی خبر ملی تو محلات میں اپنی جان پہچان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بیگم سے
عرض کی کہ آپ بادشاہ سے میری سفارش کریں کہ وہ مجھے تلنگانہ بھیجیں میں تلوار اٹھائے
بغیر ڈاکوؤں کے سر جھکا دونگا۔ بادشاہ کو تجویز پسند آئی۔ قلی نے حسن تدبیر سے کئی
باغیوں کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ اور انکی مدد سے چوروں اور ڈاکوؤں کا صفایا کر دیا۔ یہ ایک
بہادرانہ فعل تھا کہ سلطان قلی شہرت کی چوٹیوں کو سر کرنے لگا۔ بادشاہ کی طرف سے
اسے گولکنڈہ اور اسکے مضافات کا جاگیردار بنا دیا۔

جب ۹۱۸ھ میں سلطان محمود بھمنی کی سلطنت کو زوال آیا۔ تو سلطان قلی کو
بادشاہت کا خیال آیا ۔ خود کو قطب شاہ کا نام دیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اس نیک دل
بادشاہ بہادر سپاہی اور عقلمند حکمران نے ۳۲ سال حکومت کی مگر ایک روز ۹۵۰ھ کو
اسکے بڑے بیٹے جمشید نے ایک ترکی غلام سے ساز باز کر کے اپنے باپ کو موت کی وادی

میں دھکیل دیا۔ جسے چور اور ڈاکوؤں کی فوج باغیوں کا لشکر نہ مار سکا اسے اپنے بیٹے نے مار دیا۔ تاریخ کی کتاب کا دوسرا صفحہ شروع ہوا کہ پچھلے صفحے میں یہ ظلم لکھا جا چکا تھا۔

اب چند لمحے گجرات رکیے

سلطان سکندر کا قتل :۔

گجرات دہلی کا ایک صوبہ تھا۔ سلطان دہلی فیروز شاہ نے فرحت الملک کو سپہ سالار مقرر کر کے گجرات کا صاحب اختیار حاکم بنا کر روانہ کیا۔ فرحت الملک دہلی پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس لئے گجرات کے باسیوں کو ہر طرح کی چھوٹ دے دی تاکہ یہ میرے طرفدار بن جائیں اور ان کی طاقت سے دہلی پر حملہ کروں۔ بادشاہ دہلی کو جب ان خیالات کی بھنک پڑی تو اسکی سرکوبی کے لئے ظفر خان کو (جو بعد میں مظفر شاہ کے نام سے مشہور ہوا بھیجا۔ اس نے اس مار آستین کا سر کچلا بعد میں ۳ سال تک ہندوؤں اور راجپوتوں سے برسرپیکار رہا۔ ۳ سال بعد صوبہ گجرات میں ظفر خان نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ۸۱۴ھ میں انتقال ہوا۔ اسکے بعد اس کا بھتیجا احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد شاہ کے بعد سلطان محمد شاہ بادشاہ بنا۔۔۔۔ اسے ۷ محرم ۸۵۵ھ کو زہر دیکر مار دیا گیا۔ اسکے بیٹے قطب الدین نے تاج شاہی سنبھالا۔ قطب الدین کے بعد داؤد شاہ بن احمد شاہ والی گجرات بنا۔ اسکے بعد اقتدارِ گجرات محمود شاہ کے ہاتھ آیا۔ پھر مظفر شاہ بن سلطان محمود نے عنانِ حکومت سنبھالی۔ پھر سلطان سکندر بن مظفر شاہ صوبہ گجرات کا مختار کُل بنا۔ اسی حاکم کو مسلمانوں نے مارا۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سلطان مظفر کی علالت کے دوران اسکے بیٹوں سکندر خاں اور لطیف خان میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ دونوں بھائیوں کے اختلافات کیوجہ سے رعایا کے بھی دو گروہ ہو گئے۔ سکندر وصیت کے مطابق باپ کا جانشین بنا۔ لوگ بلکہ کہنا چاہیے کہ امراء اس سے بد ظن ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ نئے

نئے لوگوں کو خلعتوں اور انعامات سے نوازتا ہے اور جو اسکے باپ دادا سے خدمت گار چلے آرہے ہیں پوچھتا تک نہیں۔ اب قتل کے منصوبے بننے لگے۔ اس کام کو عماد الملک حبشی نے جو سکندر کی والدہ کا غلام تھا یوں پایہ تکمیل تک پہنچایا کہ ۲۹ شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک محل سرا میں آیا بادشاہ پلنگ پر لیٹا ہوا تھا تلوار کا وار کیا اور ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ جا ظالما! تم نے احسان کا یہ صلہ دیا!!! اپنے ہم مذہب کو مار دیا۔

سکندر کے بعد سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ اسکے بعد سلطان بہادر خان گجرات کا حاکم بنا۔ اسکے بعد محمد شاہ فاروقی' فاروقی کے بعد شہزادہ لطیف کا بیٹا محمود شاہ فرمانروا بنا۔

محمود شاہ بن لطیف کا قتل :-

محمود شاہ ۱۰ ذی الحج ۹۴۸ھ کو برہان پور سے آزاد کرا کے تخت پر لا بٹھایا۔ ابتداء میں تو اسے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر دھیرے دھیرے مشکلات سامنے سے ہٹتی گئیں۔

۱۔ تمام لالچی امراء سے چھٹکارا حاصل کیا

۲۔ زراعت کی طرف خصوصی توجہ دی جسکی بنا پر غلہ پہلے سے کہیں زیادہ ہوا

۳۔ وقت کی پابندی ضروری قرار دی گئی۔

۴۔ اس کا بڑا کارنامہ قلعہ سورت کی تعمیر ہے۔ یہ اس قدر مضبوط تھا کہ فرنگیوں نے رشوت دی کہ اس قلعہ کو یوں تعمیر نہ کرو۔

یہ بادشاہ بہت رحم دل تھا ایک مرتبہ ایک خاص ملازم برہان الدین جو بڑا نمازی تھا ماتھے پر کالا داغ جو دل کی سیاہی کی طرف اشارہ تھا ہر وقت کسی نہ کسی وظیفہ میں مشغول رہتا۔ مگر لب پہ کلمہ دل میں گستاخی ,,ذِئَابٌ فِی ثِیَابٍ" والا حساب تھا کو دیوار میں چنوا دیا۔ سر باہر تھا تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ بادشاہ کی نظر اسکے چہرے پر پڑی اس نے آنکھوں کے اشارے سے سلام کیا بادشاہ کو رحم آ گیا لب پہ رہائی کا پیام آ گیا۔

جب نکالا گیا تو سارا جسم گل گیا تھا کافی عرصہ بستر علالت سے دوستی رہی۔ بہر حال ایک روز دوستی دشمنی میں بدل گئی۔ بستر علالت کو چھوڑ دیا خود تو ٹھیک ہو گیا مگر دل خراب ہو گیا جس نے موت کے منہ سے نکالا تھا اسے ڈالنے کے طریقے سوچنے لگا۔ اپنے بھانجے دولت کو جو بادشاہ کا خاص ملازم تھا سازش میں شریک کیا۔ اب غور فرمایئے گا کس بیدردی سے محسن کو قتل کیا جانے لگا ہے۔ بادشاہ کے بال لمبے لمبے تھے۔ ایک خرابی یہ تھی کہ بادشاہ نشہ آور ادویات استعمال کرتا تھا۔ اسکے علاوہ اس میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔

۱۔ زناء عام تھا سخت سزائیں مقرر کیں اور اس برائی کا خاتمہ کیا۔

۲۔ علماء کی نہایت تعظیم کرتا تھا۔

۳۔ میلاد النبی ﷺ کے روز اپنے ہاتھوں سے غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاتا تھا۔

۴۔ جو کپڑا اپنے لباس کیلئے خریدتا پہلے فقراء اور محتاجوں کو دیتا پھر خود پہنتا

ایسے شخص کو سوتے میں دولت نے جالیا اور بال پکڑ کر پلنگ کی لکڑی سے باندھ دیا۔ بادشاہ کی تلوار پکڑ کر وار کرنے لگا تو بادشاہ کو احساس ہوا یہ تو مجھے "زیڈ" کرنے لگا ہے (مارنے لگا ہے) وار روکنے کے لئے ہاتھ بلند کئے تلوار ہاتھوں کو کاٹتی ہوئی گردن کو بھی ساتھ ہی لیتی گئی۔ جس کو فرنگیوں کا لشکر نہ مار سکا اسے ایک اپنے آدمی نے مار دیا

محمد بختیار خلجی کا قتل :۔

لکھنوتی' بہار اور جاج نگر میں اسلامی حکومت اسی نے اپنے زور بازو سے قائم کی۔ شروع میں شہاب الدین غوری کے امیر ملک معظم حسام الدین کی کاوشوں سے دربار میں پہنچا۔ اور پھر اپنی عقلمندی معاملہ فہمی اور بہادری کیوجہ سے ترقی کرتا گیا۔ سلطان قطب

الدین ایبک کے دور میں اس نے قلعہ بہار فتح کیا اس قلعہ کو بہار اس لئے کہتے تھے کہ
اس قلعہ میں ہندوؤں کے مدرس رہتے تھے۔ اور ہندی میں مدرسہ کو بہار کہتے ہیں۔
ہندوؤں نے شکست کھائی۔ اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا جو اس نے بادشاہ دہلی کی
خدمت میں روانہ کیا۔ ہندوؤں نے صرف اسکی شکل دیکھی اور ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔
کیونکہ انکی مذہبی کتب میں لکھا تھا ان اوصاف اور خدوخال والا تم پر حملہ کرے گا اور تم
شکست کھاؤ گے جب ہندوؤں نے اس کو دیکھا تو وہ تمام نشانیاں اس میں موجود تھیں۔

ایک حیران کرنے والا واقعہ

جس علاقہ لکھنوتی کو محمد بختیار فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں راجہ لکھمنہ بن
لکھمن تھا جب اسکی بیوی کے ہاں ولادت ہونے لگی تو نجومیوں نے کہا کہ اگر بچہ اسی وقت
ہوا تو وہ بہت ظالم اور بد نصیب ہو گا اور اگر دو گھڑی بعد ولادت ہوئی۔ تو وہ صاحب اقبال
اور نیک سیرت ہو گا اور دیر تک حکمرانی کرے گا۔ رانی نے سنا تو اس نے کہا کہ بہتر یہی
ہے کہ بچہ دو گھڑی بعد پیدا ہو۔ رانی نے حکم دیا کہ دونوں پاؤں باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیا
جائے۔ رانی کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس طرح بچہ کی ولادت میں تاخیر ہو گئی۔ بچہ تو ہو گیا
زچہ نہ بچ سکا۔ یہی بچہ بڑا ہو کر لکھنوتی کا حاکم بنا۔ جب محمد بختیار نے حملہ کیا تو یہ سب
بھاگ گئے محمد بختیار نے تبت پر حملہ کیا مگر راستہ دیکھا بھالا نہ تھا موسم بھی خلاف ہوا
زبردست شکست ہوئی اکثر فوج ہلاک ہوئی۔ لوگوں نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔
ڈیپریشن کیوجہ سے یہ بیمار پڑ گیا طبقات ناصری کا حوالہ دیتے ہوئے قاسم فرشتہ نے لکھا
ہے کہ جب علی مردان خلجی کو پتہ چلا کہ تبت سے واپسی پر دریا عبور کرتے ہوئے ایک
سو کے علاوہ سبغرقاب دریا ہو گئے۔ وہ دیوکوٹ بختیار کے مکان آیا یہ سویا ہوا تھا۔ چہرے
سے چادر ہٹائی اور پیٹ میں خنجر گھونپ دیا۔ شکست تو اللہ کے ہاتھ ہے اس میں اس بہادر

کا کیا قصور راستہ اور موسم دشمن کا ساتھ دے رہے تھے یہ بیچارہ ہار گیا۔ہائے افسوس اسکی عیادت نہ کی۔ اس بہادر کو جسکے تذکرے برہمنوں کی مذہبی کتب میں موجود تھے کہ وہ لکھنوتی کے ہندووں کو قتل کرے گا تم نے خود مار دیا۔افسوس صد افسوس۔

اے مطالعہ کے شوقینو! آیئے آپ کو کشمیر میں تھوڑی دیر کے لئے لے چلوں۔

جمشید کا قتل :۔

وادی کشمیر جنت کی نظیر۔اس کا پہلا مسلمان امیر ہے۔شاہ میر۔ اس نے کشمیر سے اپنی فہم و فراست کی بنا پر ہندووں کا اقتدار ختم کیا۔اگست ۱۳۴۲ء کو جب یہ فوت ہوا تو اقتدار کیلئے اسکے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر کے درمیان جنگ چھڑ گئی یہ دونوں بھائی جم کر لڑے اور اس قدر گردنیں تہہ تیغ ہوئیں کہ لاشوں کیوجہ سے دریائے جہلم کی رفتار رک گئی۔ آخر کار جمشید کو اس کے بھائی علی شیر نے ۱۳۴۴ء کو موت کے منہ میں دھکیل دیا افسوس! ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مارا۔اگر یہ دونوں بھائی مل کر حکومت کرتے تو کشمیر میں مسلمانوں کے اور پاؤں مضبوط ہو جاتے۔انکے باپ کا مشن مزید ترقی کرتا۔

مگر افسوس!!!

سیف ڈار کا قتل :۔

حسن خان کے مرنے کے بعد جب وادی کشمیر طوائف الملوکی کا شکار ہوئی۔ کشمیر کی وادی خون سے غسل کر رہی تھی۔لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے سادات کشمیر نے اپنے مفاد کے لئے حسن خان کے سات برس کے بچے محمد خان کو تخت پر بٹھا دیا اور پھر خوب من مانیاں کیں مگر جلد ہی انکو اپنے اعمال کی سزا ملی آخر کار فتح خان بن آدم خان بن

شاہی خان کے ہاتھ زمام حکومت آئی۔ تو سیف ڈار وزیر اعظم بنا۔ یہ بڑا مخلص دیانتدار عادل انسان تھا۔ اس نے حسن تدبر سے وادی میں امن وامان قائم کیا۔ عوام نے عرصہ دراز کے بعد سکھ چین کا سانس لیا۔ فتح خان عرف فتح شاہ جس کو اقتدار سیف ڈار کی وجہ سے ملا۔ ۱۴۹۶ء کو قتل کروادیا۔

سوچیئے تو اگر یہ وزیر مزید کچھ عرصہ زندہ رہتا تو وادی کشمیر بینظیر نہ بن جاتی؟

مرزا حیدر دغلت کا قتل :۔

یہ محمد حسین گورگان گورنر تاشقند کا بیٹا تھا۔ بابر کا بھانجا تھا۔ تاشقند میں ۱۵۰۰ء میں پیدا ہوا۔ ۹ سال کا تھا جب باپ کو قتل کر دیا گیا والد کے پیر مولانا محمد اسے کابل لے گئے۔ یہاں پر بابر کے خاندان میں رہنے لگا۔ ۱۵۱۲ء میں بابر کو چھوڑا اور اپنے چچا حاکم کاشغر و مغولستان سلطان احمد کے پاس چلا گیا۔

۱۵۱۴ء میں سعید خان کے ملازمین میں شامل ہوا۔ ۱۵۳۳ء کو سعید خاں کی وفات کے ساتھ لاہور بھاگ آیا۔ وہاں رہ کر اپنی طاقت اتنی مستحکم کی کہ کشمیر پر حملہ کرنے کے قابل ہو گیا۔ حملہ کیا اور کشمیر کی باگ ڈور سنبھال لی۔ اپنے دور حکومت میں مندرجہ ذیل کام کیے۔

۱۔ نئے شہر بسائے۔

۲۔ دور دراز سے کاریگروں اور صناعوں کو بلایا تاکہ وہ صنعت و حرفت کو کشمیر میں رواج دیں۔

۳۔ کشمیر کو بیرونی حملوں سے محفوظ کرنے کیلئے ہمسایہ ریاستوں سے سیاسی اتحاد کیے

۴۔ ہر بڑے شہر میں ایک جامع مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا

۵۔ فرقہ پرستی کا خاتمہ کیا۔

کشمیر اپنی عظمتوں کے لئے مرزا حیدر دغلت کا مرہون ہے۔ بد قسمتی دیکھئے اتنے اچھے حاکم کے خلاف بغاوت کر دی۔ بغاوت کا لیڈر اس کا معتمد علیہ خواجہ حاجی تھا۔ ۱۹ نومبر ۱۵۵۰ء کو اس مسلمان بہادر مدبر حکمران کو مسلمانوں نے مل کر اس وقت قتل کر دیا جب وہ خانپور کے میدان جنگ میں خواجہ حاجی کے خیمہ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں نے باغی کو بچا لیا اور غازی کو مار دیا۔ آپ خود ہی غور فرمائیں اگر یہ زندہ رہتا تو کشمیر۔۔۔ کیا کہا جائے؟

امیر عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کا قتل :۔

باقاعدہ طور پر اَندَلُس کا حکمران فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر کا لخت جگر عبدالعزیز بنا ۔اس نے اپنی مستعدی ہوشیاری سے بغاوتوں کو فرو کیا۔ امیر عبدالعزیز نے اندلس میں اعلان کروا دیا جو غلام اسلام قبول کرے گا وہ مسلمان ہوتے ہی اپنے غیر مسلم آقا کی غلامی و قید سے آزاد ہو جائے گا۔ عیسائیوں کے پاس غلاموں کی بڑی تعداد تھی وہ ان سے جانوروں جیسا سلوک کرتے تھے۔ انکے لئے یہ اعلان نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ وہ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ اور آزادی حاصل کرنی شروع کر دی۔ امیر عبدالعزیز نے عیسائیوں کے سالار اعظم اور شہنشاہ معظم لرزیق جسکو طارق ابن زیاد نے شکست دی تھی کی بیوہ انجیلونا سے شادی کر لی۔ یہ عبدالعزیز کے مزاج پر بہت جلدی حاوی ہو گئی۔ یہ بات عربی سرداروں کو گراں گزری۔ جاسوسوں نے خلیفہ کو یہ خبر پہنچائی کہ عبدالعزیز اندلس کو عیسائیوں کی مدد سے دمشق کی حکومت سے آزاد کرانے کی تدابیر پر غور کر رہے ہیں۔ خلیفہ کیطرف سے آرڈر حبیب بن عبیدہ کو پہنچا کہ عبدالعزیز کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ بڑے پروگرام کے تحت امیر کو گرفتار کیا اور پھر قتل کر کے جسم اشبیلیہ میں جو دارالحکومت

تھا دفن کر دیا۔ اور سر دمشق روانہ کر دیا۔ یہ ایک عظیم غلطی تھی اسکے بعد پھر اندلس میں امن نہ ہو سکا۔

یوسف بن عبدالرحمان کا قتل :۔

یوسف بن عبدالرحمان ایک مشفق حکمران گورنر شہر ناربون۔ ۱۲۱ھ میں افریقہ کے اندر بربریوں نے بغاوت کر دی۔ گورنر افریقہ نے اندلس سے امیر عتبہ کو بلایا۔ عتبہ نے افریقہ پہنچ کر بربریوں کی ایجیٹیشن کو خوب دبایا افریقہ میں تو امن ہو گیا مگر اندلس میں انتشار پیدا ہو گیا۔ قوم کا قوم کے ساتھ۔ قبیلہ کا قبیلہ کے ساتھ۔ ۱۲۲ھ میں جب عتبہ واپس اندلس پہنچا تو یہاں بغاوت پک چکی تھی۔ عبدالملک بن قطن جو ۱۱۵ھ میں امیر اندلس رہ چکا تھا۔ مگر فرانس پر ناکام حملہ کی صورت میں گورنر افریقہ کے عتاب کا شکار ہو گیا اور معزول کر دیا۔ عتبہ جب ۱۱۷ھ میں امیر اندلس بنا تو اس نے اسکو کسی چھوٹے سے علاقے کا عامل مقرر کر دیا۔ اسی عبدالملک بن قطن نے اندلس کی رعایا کے ایک بہت بڑے حصے کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ امیر عتبہ اس بغاوت کو مٹانے لگا مگر اللہ کا بلاوا آ گیا اور آپ نے ۱۲۳ھ ماہ صفر میں عدم کیطرف سفر کیا اور بعد میں عبدالملک بن قطن بڑی آسانی سے امیر اندلس بن گیا۔ ادھر تبدیلی آئی تو ادھر افریقہ میں بھی تبدیلی آ گئی۔ کلثوم بن عیاض کو دربار خلافت سے گورنر افریقہ مقرر کر کے بھیجا انہوں نے آتے ہی بربریوں کو جو سرکش ہو چکے تھے۔ کچلنا چاہا تو انہوں نے عربوں کو پیچھے دھکیل دیا یہاں تک کہ وہ قلعہ سبطہ میں محصور ہو گئے۔ یہ حملے دمشق میں مشہور ہو گئے۔ خلیفۃ المسلمین ہشام بن عبدالملک نے حنظلہ کو ایک لشکر جرار دیکر مدد کو بھیجا۔ حنظلہ نے آتے ہی تلوار کے زور پر شور ختم کر دیا۔ بغاوت کا شور تھم گیا۔ بہتا ہوا خون جم گیا انہی دنوں میں گورنر افریقہ کلثوم بن عیاض کا انتقال ہو گیا اور حنظلہ افریقہ میں آل ان آل ہو گیا۔ یہ خبر جب اندلس

پہنچی کہ حنظلہ نے افریقہ میں بربریوں کو بیدردی سے مارا۔ تو بربریوں نے اندلس میں ہر بربری کو بغاوت پر ابھارا جب بھی عبدالملک بن قطن حملہ پہ تیار ہوا تو شکست سے دوچار ہوا۔ اس نے مجبوراً بلج بن بشر بن عیاض جو کلثوم بن عیاض گورنر افریقہ کا بھتیجا تھا جس کے پاس دس ہزار شاہی فوج تھی مدد طلب کی اور کہا اگر تم ہماری مدد کرو گے ہم تم کو خوب صلہ دیں گے۔ بلج بن بشر نے افریقہ چھوڑ دیا اور یہاں آ کے جوڑ توڑ کیا۔ لوگ امیر کے خلاف ہو گئے اور حقیر کے ساتھ ہو گئے۔ اس بلج نے ہوا کا رخ بدلتے دیکھ کر عبدالملک بن قطن کو گرفتار کیا۔ ہمراہیوں نے اسکے قتل پہ اصرار کیا اس نے بات مان لی اور عبدالملک بن قطن کی جان لی۔ اس کے قتل کے بعد عبدالملک کے بیٹوں امیر بن عبدالملک اور قطن بن عبدالملک نے خفیہ طور پر بلج کے خلاف سازش شروع کر دی اور عاملوں کو نوازش کی۔ اور اپنی قوم کو عبدالملک کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے آمادہ کیا۔ یوسف بن عبدالرحمان بھی عبدالملک کے بیٹوں کے ساتھ مل گیا (اصل میں تو اس آدمی کا ذکر کرنا تھا مگر سیاق بیان نہ کرتا تو سباق سمجھ میں نہ آتا۔

جب طاقت زیادہ ہو گئی تو بیٹے اپنے اتحادیوں کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ ادھر سے بلج بھی بارہ ہزار شامیوں کو لیکر میدان میں اترے۔ پھر دونوں طرف مسلمانوں نے مسلمانوں کو خوب قتل کیا۔ تلواریں پیاسی تھیں۔ خوب سیراب ہوئیں۔ عبدالملک کے بیٹوں کو شکست ہوئی۔ امیر بلج مر گیا۔ ثعلبہ بن سلامہ امیر اندلس بنا یہ یمنی تھا اس لئے یمنیوں کی مراعات میں اضافہ ہوا۔ یمنیوں کی طرفداری ثعلبہ کو لے ڈوبی اور معزول کر دیئے گئے۔ پھر ابوالخطاب حسام امیر اندلس بنے۔ ابوالخطاب بھی اسی مرض کا شکار ہو گیا۔

قبائل مضر یہ دشمن ہو گئے۔ کہ یہ یمنیوں پہ نوازشات کرتا ہے ایک روز یوں ہوا کہ ابوالخطاب کے کزن اور ایک کنعانی عرب میں لڑائی ہوئی مقدمہ امیر کی عدالت میں

پیش ہوا۔ امیر نے چچازاد بھائی کے حق فیصلہ کیا۔ حالانکہ وہ خطاوار تھا۔ اس فیصلہ سے ناراض کنعانی ضمیل بن حاتم بن شمر ذی الجوشن سردار قبیلہ قیس کے پاس گیا اور امیر کی شکایت کی۔ ضمیل امیر کے پاس آیا۔ اور ناروا سلوک کی شکایت کی تو (تکرار) ہو گئی امیر نے ضمیل کو چند دھولیں رسید کیں۔ ضمیل کی پگڑی ایک طرف کو لٹک گئی ایک آدمی نے کہا سردار جی عمامہ تو درست کر لیجئے۔ کہنے لگے میری قوم اگر چاہے گی تو عمامہ درست کرلے گی۔ جب قبیلہ میں پہنچے تو سب سیخ پا ہو گئے۔ ضمیل نے تمام صوبوں میں ایک طوفانی دورہ کیا جو ابو الخطاب کی حمایت کو بہا کر لے گیا۔ متعدد لوگ ضمیل کے ہم خیال بن گئے۔ پھر دو مسلمان آمنے سامنے آ گئے۔ اور خوب تلواریں آزمائیں کسی تلوار نے ذات پات' دولت و عظمت کو نہ دیکھا جس پر پڑی اسکی ختم کی "ترڑی" (تکبر) آخر کار طویل لڑائی کے بعد ابو الخطاب کو مسلمانوں نے مار دیا ثعلبہ بن سلامہ کو دوبارہ امیر اندلس بنا کر بھیج دیا۔ جب ثعلبہ کا انتقال ہوا۔ تو عوام اندلس نے خود ہی اپنا امیر یوسف بن عبدالرحمان فہری کو چن لیا اس چناؤ کا ضمیل بن حاتم کو بڑا رنج ہوا۔ بڑی بغاوتوں نے سر اٹھائے مگر یوسف بن عبدالرحمان نے وہ تمام نیچے کر دیئے۔ اور اندلس میں امن و امان قائم کرنے کی کاوشوں کو تیز کر دیا مگر مرکز میں بنوامیہ کی سلطنت ختم ہوئی۔ اور بنو عباس کی شروع ہو گئی۔ ادھر اندلس میں بھی خواہان عباس شامیوں کے خلاف ہو گئے۔ امیر یوسف بن عبدالرحمان کی پارٹی کا نہ تھا۔ اندلس میں بنوامیہ کے دو مشہور خیر خواہ ابو عثمان اور عبداللہ یہ اندلس میں خالص اموی حکومت چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اموی حکومت کے لئے راہ ہموار کرنی شروع کر دی۔ جب یوسف بن عبدالرحمان یمنی قبائل کے ساتھ جنگ وجدل میں مصروف تھا تو انہوں نے افریقہ سے عبدالرحمان الداخل کو خفیہ طور پر بلایا چنانچہ عبدالرحمان الداخل ربیع الثانی ۱۳۸ھ کو اندلس پہنچا۔ ہر طرف

سے لوگ جو یوسف بن عبدالرحمان سے خار رکھتے تھے عبدالرحمان الداخل کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ امیر اور الداخل کے درمیان عید کے روز دس ذی الحج ۱۳۸ھ کو جنگ ہوئی۔ یہ جنگ صبح سے شام تک جاری رہی۔ عید کے دن مسلمان مسلمان کا گلا کاٹتا رہا۔ بکروں کے بجائے انسان ذبح ہوئے۔ عبدالرحمان کو فتح ہوئی وہ حاکم اندلس بن گیا اور یوسف بن عبدالرحمان فہری روپوش ہو گیا آخر کار اطاعت مسلمانوں کی بد قسمتی اب بھی آرام نہ آیا۔ یمنی لوگ عبدالرحمان الداخل کے خلاف ہو گئے۔ ان کا سردار ابوالصباح اپنی حکومت بنانے کا سوچنے لگا مگر عبدالرحمان کو پتہ چل گیا اس نے اس کو قتل کروادیا۔ یوسف بن عبدالرحمان فہری قرطبہ میں نظر بند تھا۔ لوگوں نے اس کو امیر کے خلاف اُبھارا یہ قرطبہ سے بھاگ کر طلیطلہ پہنچا ہر طرف سے لوگ اسکے گرد جمع ہونے لگے بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا اور قرطبہ پر حملہ کی ٹھانی۔ جب عبدالرحمان الداخل نے سنا تو قرطبہ سے نکل کر مقابلہ کیا۔ یوسف فرار ہو کر طلیطلہ کے قریب پہنچا ہائے افسوس یمنیوں صرف اپنی بغاوت کی خطا معاف کروانے کے لئے یوسف عبدالرحمان کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر عبدالرحمان الداخل کے پاس بھیج دیا۔

ہائے یمنیوں تم نے ایک بہادر، نامور سپہ سالار کو مار دیا۔ ایک سخی کو ختم کر دیا۔ میں نے ایک کے قتل کی خبر سنائی تھی بیچ میں آپ کئی قتلوں سے آگاہ ہوئے۔ اندلس میں تباہی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔

اموی شہزادہ سلیمان بن حکم المعروف مستعین باللہ کا قتل:

وہی پرانا بربریوں والا مسئلہ بغاوت اور اسلحہ خلیفہ مہدی نے انکا زور توڑنا چاہا۔ جب بربریوں کو پتہ چلا کہ فوج سے ہمارے اثر و رسوخ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ مہدی کے خلاف ہو گئے۔ مہدی کو معزول کر کے اسکے خاندان سے ایک شہزادے ہشام بن سلیمان بن

عبدالرحمان ثالث کو تخت پر بٹھانے لگے۔ خلیفہ کو خبر ہو گئی۔ اس نے ہشام اور اسکے بھائی ابو بکر کو پکڑ کر قتل کر دیا مستعین بھی انکا ساتھی تھا وہ جان بچا کر قرطبہ سے بھاگ گیا لوگ اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے اسے اپنا امیر بنا کر مستعین باللہ کا لقب دیکر کہا کہ مہدی کی جگہ تم لو۔ بڑی کاوشوں کے بعد شوال ۴۰۳ھ مستعین نے بزور تیغ قرطبہ پر قبضہ حاصل کیا۔ جب خلیفہ بن گیا تو چھوٹے چھوٹے صوبوں کے عاملوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ محرم ۴۰۷ھ تک تین سال چند ماہ برائے نام حکومت کی اشبیلہ کے متصل مقام طالقہ کے میدان میں علی بن حمود نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ علی بن حمود طنجہ صوبہ اندلس کا عامل تھا۔ امیر مستعین باللہ کے خلاف بغاوت کی اپنے امیر کو قتل کر کے خود امیر اندلس بن گیا واہ رے مسلمان۔

المنذر بن محمد اول کا قتل :۔

۲۷۳ھ بمطابق ۸۸۶ء میں جب اس کا باپ فرش میں چلا گیا تو یہ اندلس کے عرش پر آگیا۔ بڑا جواں ہمت تھا۔ باصلاحیت اور خداداد عسکری فہم و فراست کا مالک تھا ۔اپنے باپ کے ساتھ میدان کارزار میں کئی اجسام میں کرتا تھا نیزے آرپار یہ۔ لوگوں میں حکمت کے گوہر لٹاتا تھا۔ جنگ کے وقت شجاعت کے جوہر دکھاتا تھا۔ جب یہ تخت اندلس پہ براجمان ہوا تو تھکی ہوئی پریشان قوم کو اطمینان ہوا۔ صرف دو سال برسر اقتدار رہا مگر دشمنوں کی سازشوں کا شکار رہا۔ سلطنت میں سیاسی انتشار تھا۔ ہر صوبہ کا گورنر خود مختار تھا۔ فرانس اسکے علاقوں پہ قبضہ جما رہا تھا۔ مسلمانوں پر اپنا دبدبہ بڑھا رہا تھا۔ اسی اثنا میں عیسائی سردار عیشون اور ابن حفصون کے ساتھ اتحاد پہ تل گیا۔ مسلمانوں کے لئے مصیبت کا اک اور باب کھل گیا۔

عیشون کو المنذر نے پلایا موت کا جام۔ مگر ابن حفصون کرنے لگا قلعہ میں آرام۔

المنذر نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ تھوڑا آسرا کیا۔ جب ہو گئے مجبور۔ تو قلعہ والے کرنے لگے شرائط منظور۔ جب لے رہے تھے وعدہ تو ابن حفصون کا بدل گیا ارادہ۔ وہ پھر قلعہ بند ہوئے ادھر ہتھیار بلند ہوئے۔ ابھی محاصرہ جاری تھا کہ المنذر کا بھائی جس کا کام مکاری تھا شاہی طبیب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اسکے ذریعے بھائی کو زہر پلا دیا۔ میدان رزم میں گیا وہ عدم میں دیکھو مسلمانو! اگر یہ بھائی کو نہ مارتا۔ تو عیسائی اندلس میں اپنی ٹانگیں نہ پسارتا۔ محاصرہ توڑ دیا۔ رخ قرطبہ کی جانب موڑ لیا۔ اسکا ساتھ چھوڑ گئے۔ جتنے سپاہی تھے جب یہ قرطبہ پہنچا تو چند ہمراہی تھے۔ اس ظالم نے باغِ سلطنت کی کوئی سوغات نہ کھائی دو سال حکومت کی اور وفات پائی۔

ہائے افسوس مسلمان نے مسلمان کو مار دیا۔

ابو الولید سلطان غرناطہ کا قتل :۔

نصر بن یوسف جو ابن الاحمر کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ اسے غرناطہ کا سلطان اول کہہ سکتے ہیں اس کا بھتیجا ابو سعید حاکم مالقہ کے بیٹا ابو الولید نے المیریہ اور بلبش کو فتح کیا سلطنت غرناطہ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ محرم ۷۱۳ھ میں ابو الولید فوج لیکر غرناطہ پر حملہ کے لئے بڑھا۔ سلطان نصر نے شکست کھائی۔ اور ابو الولید کو اقتدار سونپ دیا۔ اس کے بیٹھنے سے عیسائیوں کو تنگی ہوئی۔ پھر ۷۱۶ھ میں مسلم و عیسائی میں خانہ جنگی ہوئی۔ ابو الولید نے سلسلہ جنگ جاری رکھا۔ عیسائیوں کے سروں پہ اپنا خوف طاری رکھا۔ آخر کار محرم ۷۱۹ھ کو عیسائی بھاگ گئے۔ مسلمان چھا گئے۔ عیسائیوں کو نکال دیا۔ مقبوضہ علاقوں کو بحال کیا۔ ابو الولید کی دیکھ کر یہ چیرہ دستی۔ یکجا ہو گی عیسائیوں کی ہر ممتاز ہستی۔ پادری اپنے مواعظ میں جوش پیدا کرنے لگے۔ "مسلمانوں کو ختم کرو" سپردِ گوش کرنے لگے۔ دو لاکھ افراد مقام طیطلہ میں جمع ہو گئے۔ لینے لگے مٹ

جائے گا مسلمان۔ اندلس میں رہے گا نہ اس کا نام و نشان۔ کیسے وہ شمع بجھائے شیطان۔ جسے جلائے میرا رحمان۔ مسلمانوں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ سب پریشان ہو گئے۔ کیونکہ انکے پاس صرف پانچ ہزار فوج اور وہ دو لاکھ۔ ادھر ادھر تمام مسلمانوں سے مدد کی اپیل کی مگر کسی نے بات نہ سنی اس بطل جلیل کی۔ مسلمانان غرناطہ کی جان کو بن آئی۔ ہر ایک کو نظر کٹتی گردن آئی۔ مقلد گزشتگاں! غور سے پڑھنا میرا اگلا بیان۔ ۷۱۹ھ ساڑھے پانچ ہزار فوج لیکر۔ دو لاکھ سے ٹکرانے چل پڑا۔ اور سارا راستہ سوچتا رہا اور مشورے کرتا رہا کہ دو لاکھ پر کیسے فتح حاصل کی جائے۔ خدا پر بھروسہ کیا ابو الولید محب خالد بن ولید نے حوصلہ بلند کیا اور شیخ الغزاہ سردار کو پانچ سو آدمیوں کا لشکر دیکر عیسائیوں کے ہراول دستے سے لڑنے کو بھیج دیا عیسائیوں کے ہراول دستے نے شکست کھائی۔ بعد شیخ الغزاہ سے کہا کہ تم عیسائیوں کے سامنے جاؤ۔ جب وہ تم پر حملہ کرنے لگیں تو پیچھے ہٹتے جانا۔ اور اپنے تعاقب میں انکو لگائے لانا۔ راستے میں ایک بہت بڑی جھاڑی میں ابو الجیوش کو ایک ہزار کا لشکر دیکر چھپا دیا اور کہا جب عیسائیوں کا لشکر تمہارے برابر سے گزر جائے تو تم جھاڑیوں سے نکل کر عقب میں حملہ کرنا تین سو سوار لیکر سلطان خود مناسب جگہ پر بیٹھ گیا۔ ۳۰۰۷ آدمی ایک اور سردار کے ہمراہ بھیج دیئے اور حکم دیا کہ مناسب رفتار سے آگے بڑھتے رہو۔

۶ جمادی الاول ۷۱۹ھ کو علی الصبح شیخ الغزاہ ۵۰۰ کا لشکر لیکر عیسائیوں کے سامنے پہنچے وہ اس قدر قلیل لشکر دیکھ کر تیزی سے حملہ کیلئے بڑھے بس یہی مسلمان چاہتے تھے۔ شیخ الغزاہ پیچھے پیچھے وہ بھی انکے پیچھے آنکھیں میچے میچے۔ جب جھاڑی کے قریب سے گزر گئے تو عقب سے مسلمان نکل کر مستعد کارزار ہوئے۔ جانفشانی کیلئے تیار ہوئے۔ شیخ الغزاہ بھی ٹھہر گیا آگے سے اس نے حملہ کیا پیچھے سے ابو الجیوش نے اور تیسری سمت سے

ابو الولید بھی ۳۰۰ کیساتھ حملہ آور ہوا۔ اور باقی بھی پہنچ گئے۔ ابو الولید بولا دیکھتے ہیں کس کی تلوار آج خوب کاٹتی ہے کتنوں کا لہو چاٹتی ہے کس کو کون للکار کر ڈانٹ کر مارتا ہے۔ کون زیادہ دشمنوں کے سینوں میں نیزے گاڑتا ہے۔

میرے ساتھیو! سرعام مظاہرہ ہے۔ دیکھتے ہیں کون کام کا ہے کون ناکارہ ہے۔ اس قدر شوق شہادت میں سرشار ہو کر مسلمانوں نے حملہ کیا کہ دو لاکھ فوج ظفر موج حواس باختہ ہو گئی جس پر لپک کر وار کیا عزرائیل نے کہا وہ مار لیا۔ دو کیا دو کو چار کیا۔ ابو الولید نے خود سر بطر دو خود سر کاکاٹا۔ پیاس اس کی بجھی لہو تلوار نے چاٹا۔ مسلمان اس تیزی سے سر قلم کر رہے تھے کہ وہی سر جو پناہ خود میں تھا۔ پلک جھپکی تو گود میں تھا۔ گھڑی بھر میں خون کا دریا بہہ گیا۔ مقام لبسیرہ میں ایک لاکھ لاشوں کا انبار رہ گیا۔

میری کتاب قتل ہی قتل پڑھنے والو۔ تم حیران رہ جاؤ گے کہ ایک لاکھ عیسائی مرے مگر مسلمان صرف تیرہ شہید ہوئے۔ کیا مجھے یہ لکھنے کی اجازت دو گے کہ "مسلمان ایک ناقابل شکست قوم ہے" سات ہزار قیدی ہوئے۔ باقی فرار ہو گئے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جس مسلمان ابو الولید کو دو لاکھ عیسائی نہ مار سکے اسے ۲۷ رجب ۲۵ ؁ھ کو اسکے بھتیجے نے مار دیا۔

ہائے۔ ہائے۔ ہائے۔ ظالم۔ تم نے کتنے بڑے بہادر کو مار دیا۔

مسلم بن عقیل کا قتل :-

مسلم بن عقیل عالم نبیل حسین کا بھائی و خلیل ایسے ہوتے ہیں بہت کم جو دوسروں کی خوشی کے لئے خریدیں غم۔ کوفہ بھیجا ان کو حسینؓ نے نواسہ امام القبلتینؑ نے جاؤ حالات کا پتہ لگاؤ پھر خیالات مجھ تک پہنچاؤ وہ وفادار ہوں تو ہم آجائیں غدار ہوں تو نہ جائیں۔ لے کر اپنے دو لخت جگر، ہوئے عازم سفر۔ اہل کوفہ سراپا انتظار تھے۔ حسینؓ کے لئے بے

قرار تھے۔پا کے مسلم کو ٹوٹ گیا شیشہ ہوش کہ گورنر کو کر دیا فراموش۔چپ رہ نہ سکا
گورنر نعمان بھیجا اس نے یزید کو یہ بیان۔

آپ کو میرا اسلام۔ بگڑ چکا ہے کوفہ کا نظام سرکشوں نے مانا ہے مسلم کو امام۔
جمگٹھا رہتا ہے ان کے پاس صبح و شام بارہ ہزار بن چکے ہیں۔ان کے غلام۔ہاتھ سے
جاتا نہ رہے کوفہ کرو کچھ اہتمام۔یزید نے مشورہ کیا سرجون سے شیطان ملعون سے وہ
کہنے لگا کیوں ہوتے ہو ناشاد بھیجو کوفہ کا گورنر بنا کر ابن زیاد۔ ختم کر دے گا مسلم کی معنوی
اولاد۔وہ تو ہے انسانوں کا صیاد۔اسے ظلم کا ہر طریقہ ہے یاد تم اسے بتادو تمام روئداد۔یزید
نے بھیجا بصرہ ابن زیاد کو یہ سندیسہ تم کوفہ جاؤ وہاں بغاوت کا ہے اندیشہ۔ ظلم کا ہر حربہ
آزماؤ۔ مسلم کو قید کرو قتل کر دو یا بھگاؤ۔ مکمل اختیار ہے کرو جو چاہو یہ بے حیا پہن کے حجازی
قبا۔کوفہ میں داخل ہوا شام کو۔دھوکہ ہوا ہر خاص و عام کو۔وہ سمجھے حسین ہے نبی کا نور
العین ہے۔ خوشی ہوئی بے تحاشہ مگر پلٹ گیا پانسہ۔ قلعہ کے قریب اُتارا نقاب۔ تو
حیران رہ گئی خلق بے تاب۔ہائے اللہ یہ حسینؓ تو نہیں ابن مرجانہ ہے اپنا نہیں بیگانہ ہے۔
۔ قلعہ میں اس نے رات گزاری شعلہ بنی عداوت مسلم کی چنگاری۔اس نے کی مکمل
تیاری۔اسی کارکنان اشراف کوفہ کی ہوئی گرفتاری۔ابن زیاد نے کہا کہ اشراف سے۔کہ
لوگ آرہے ہیں اطراف سے۔ تم چڑھو فصیل پہ۔ سمجھاؤ دلیل سے کہ جدا رہو ابن عقیل
سے۔سب سے پہلے چڑھا کثیر کی یہ تقریر۔اے جم غفیر۔یہ ہے حکم امیر۔کہ خواہ جوان
ہو یا پیر۔جان چانے کی یہی ہے تدبیر۔کہ جانو حسین کو حقیر۔ورنہ بچے یتیم ہوں گے اور
بوڑھے اسیر۔جائیداد لوٹی جائے گی بن جاؤ گے فقیر۔ مسلم کے ساتھ تھے چار ہزار۔۔۔
رہ گئے ۳۰ سوار اہل کوفہ ساتھ چھوڑ گئے بعیت توڑ گئے۔ کبھی اس گلی کبھی اس گلی پھر رہا
ہے ابن علیؓ نہ کوئی میزبان۔نہ کوئی مہربان۔جب پہنچا یہ عظیم بندہ۔ محلہ حبلہ کندہ دروازہ

یہ کھڑی ہے ایک عورت طوعہ ہے نام مسلم نے کیا سلام۔ کہا نیک بخت پلا دو پانی۔
تمہاری ہوگی مہربانی۔ وہ لائی پانی برتن میں۔ اتارا مسلم نے بطن میں پیالہ واپس دیا کھو گئے
یاد وطن میں۔ کچھ دیر رہے خیالوں کی انجمن میں۔ واپس آ کے پوچھتی ہے تم بیٹھ گئے ہو
جانا نہیں؟ مسلم نے کہا کدھر جاؤں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ہائے افسوس ورائے حد یقین و
گمان بیٹھے ہیں۔ مالک جنت بے سروسامان بیٹھے ہیں۔ سن کے یہ نام پھر کیا پرنام۔ خواہ دشمن
ہو عوام پر میں آپ کی غلام۔ میرا گھر آپ کا مقام رہیے یہاں صبح و شام۔ بستر بچھا دیا کھانا
کھلا دیا حجرہ میں سلا دیا۔ مگر یہ ہے دستورِ زمانہ۔ کہتا ہے فرزانہ جہاں گل وہاں خار۔ جہاں
جیت وہاں ہار۔ جہاں سکوت وہاں گفتار۔ جہاں کار وہاں بے کار۔ جہاں دشمن وہاں یار۔
جہاں مجبور وہاں مختار۔ عورت مہربان تو بیٹا بلال حکومت کا نگہبان۔ عورت اہل بیت کی
وفادار۔ وہ زیاد کا جاں نثار۔ اس نے جا کر ابن زیاد کو بتا دیا۔ راز سے پردہ ہٹا دیا۔ آئے ۸۰ بندے
بنی قیس کے ابن اشعث کے ساتھ۔ مسلم نے ٹاپوں کی آواز سنی سمجھ گئے بات بے نیام کی
تلوار۔ آئی پکار۔ مسلم ہو جاؤ گرفتار۔ کہا میں ہوں ابن عقیل۔ یہ عمل ہے ثقیل ہے
ہمت ہے تو آ رو۔ مجھ سے آنکھ ملاؤ۔ شیر حسین نے کثیر کو فی النار کیا۔ آخر ایک نے
لبوں پہ تلوار کا وار کیا۔ دانت ٹوٹ گئے بہ گیا خون۔ یہ کیا کیا ظالم معلون۔ آپ ہو گئے
نڈھال۔ کیا پانی کا سوال۔ عورت پانی لائی۔ دیکھ رہے ہیں تماشائی۔ یہ مسلمان ہیں نہ کوئی
ہندو ہے نہ عیسائی۔ مختار ہم نے ہمیشہ اپنوں سے زک کھائی۔ پی نہ سکے پانی کو۔ بڑھا اشعث
آپ کی پاسبانی کو آپ کو امان دی۔ ہاتھ سے کمان لی۔ آپ چل دیے یہ بات مان لی۔
داخل قلعہ ہوئے ہر ایک ہے محو نظارہ۔ ابن زیاد نے بھی سر ابھارا۔ کہنے لگے کر لو یزید کی
بیعت۔ تمہیں مل جائے گی رعایت۔ آپ نے فرمایا مسلم مر جائے گا۔ سر جھکائے گا نہ
جھکایا۔ مسلم کو فصیل پر لیجا کر تلوار کا وار کیا ایک اور مسلمان نے عظیم مسلمان کو مار دیا۔

ابن باجہ کا قتل

اس کا اصل نام ابوبکر محمد بن یحیٰ ابن الصائغ ہے۔ یہ ہسپانوی مسلمان تھا۔ طبعیات، ریاضی، فلکیات، فلسفہ اور سیاست میں فاضل مانا جاتا تھا۔ موسیقی پر بھی اسے عبور حاصل تھا۔ چھوٹی ہی عمر میں بڑے مقام تک پہنچ گیا۔ اس کی قابلیت کو تسلیم کرتے ہوئے یوسف بن تاشفین نے اسے اپنا وزیر بنالیا۔ اس نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جوں جوں اللہ اسے ترقی سے نوازتا گیا اس کے حاسد بھی بڑھ گئے۔ سب سے بڑا حاسد فتح بن الخلاقان تھا۔ اس عظیم سکالر کو ۱۱۳۸ء میں زہر دے کر مروا دیا گیا۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو دور شباب میں مار ڈالا۔ زندہ رہتا تو کتنے لوگ اس کے خیالات سے مستفید ہوتے؟؟؟

علاؤالدین خلجی کا قتل

یہ جلال الدین خلجی کا بھتیجا تھا اور داماد بھی۔ جلال الدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں اسے ۸ ہزار کا لشکر دے کر دکن پر حملہ کے لئے بھیجا۔ علاؤالدین نے راجہ رام دیو کو بے خبری میں لیا وہ مقابلہ نہ کر سکا اور شکست کھائی۔ بہت سا مال راجہ نے اس کی نذر کیا۔ خلجی خاندان کے بانی جلال الدین نے جب بھتیجے کی کامیابی کا سنا تو خود استقبال کیلئے کافی آگے تک آیا۔ جب بھتیجے سے بغل گیر ہوا تو اس دغاباز بھتیجے نے خنجر کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے دہلی پہنچ کر چچی، دو چچا زاد بھائیوں حتیٰ کہ جو راہ کا کانٹا تھا اسے ختم کیا اور تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ بنتے ہی اس نے ہندوؤں کی طاقت کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ جدھر رخ کرتا فتح اس کے قدم چومتی۔ گویا کہ آپ اسے ہندوستان کا سکندر کہہ سکتے ہیں۔ اپنے ملک میں امن وامان قائم کیا۔

گجرات کے علاقہ کاٹھیاواڑ کو جب ۱۲۹۷ء میں فتح کیا تو اس مہم میں ملک کافور نامی ایک غلام بھی ہاتھ لگا بعد میں یہ اپنی قابلیت کی وجہ سے سپہ سالار بن گیا۔ ۱۳۰۸ء میں دکن کے راجہ رام دیو نے جب خراج دینے سے انکار کیا تو علاؤ الدین نے ملک کافور کو لشکر جرار دے کر اس کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔ وہ کامیاب لوٹا۔ علاؤ الدین بہت خوش ہوا۔ یہ بادشاہ کے بہت قریب ہو گیا بادشاہ بوڑھا ہوا تو بیٹے نالائق تھے۔ سلطنت سنبھال نہ سکتے تھے۔ حکومت میں مکمل عمل دخل ملک کافور کا تھا چنانچہ اس نے تخت پر قبضہ کرنے کیلئے بادشاہ کو ۱۳۱۶ء میں زہر دے کر مروا دیا۔ علاؤ الدین خلجی ماہر جرنیل، ملک اور رعایا کا خیر خواہ، دہلی کی سلطنت ابتری کا شکار تھی۔ تمام بغاوتوں کا سر کچل دیا۔ شراب کا پینا اور بنانا بند کروا دیا۔ امراء کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ بڑے بڑے زمینداروں اور دولت مندوں پر ٹیکس لگا دیے۔ لیکن رعایا کے لئے سامان سستا ہی ملتا تھا۔ ایسے منتظم، رعایہ پرور، جنگجو بادشاہ کو اپنوں ہی نے مار دیا۔۔۔

افسوس !!!

سرمد شہید:

شہید' سرمد' نام' غلام احمد۔ ایران کے شہر "رے" اور "اصفہان" ان میں رہتے عیسائی' یہودی' بکثرت' کم مسلمان' مذہب جدا جدا مگر متفق اللسان' عیسائی و یہودی اصفہان میں بکثرت آباد تھے۔ چونکہ یہ اسلامی درسگاہوں سے فارغ تھے۔ اس لئے اسلام کے اصول یاد تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے اس لئے اسلام کے اثر سے خود کو نہ بچا پاتے تھے۔ اسی سرزمین کا اک یہودی نوجوان جو معلومات عامہ کے لئے رہتا سرگردان۔ مختلف ممالک کے حالات پوچھتا تجار سے۔ وہ اسے مصائب سفر کے ثمر سے آگاہ کرتے پیار سے۔ اک دن وہ سوچنے لگا میں تجارت کرنے کہاں جاؤں۔ وہ کون سا ملک ہے جہاں بہت نفع کماؤں۔ کسی نے کہا جاؤ ہندوستان۔ جہاں حاکم ہے مغل خاندان۔ وہاں لوگ ہیں مختلف اللسان۔ مگر حکومت کی ہے ایرانی زبان۔ جو بھی ایرانی ہند جاتا ہے بڑا عہدہ پاتا ہے۔ وہ اس ملک میں جانے کی سوچنے لگا اور اس کے حالات کھوجنے لگا۔ کسی نے جوابا کہا یہودی ہوتے ہیں وہاں۔ مگر مسلمان ان کے ہیں نگران۔ تم اگر لباس مسلم میں جاؤ گے۔ تو بہت فائدہ اٹھاؤ گے وہ سوچنے لگا ایک جیسے ہیں مسلمانان ہندوایران یا کچھ فرق ہے۔ کسی نے کہا چھایا ہوا وہاں صوفیا کا مسلک ہے پھر یہ ملا صوفیا کرام سے۔ تو نکل آیا تمنائے خام سے۔ حاصل حیرت انگیز معلومات ہوئیں۔ بس یہیں سے عشق کی شروعات ہوئیں۔ جب وہ آ رہا تھا خانقاہ سے۔ راہ میں ملاقات ہوئی ایک اور پیر مغاں سے۔ وہ مجذوب تھے۔ خدا کے محبوب تھے۔ روک کے یہ کہا۔ کہ میں نے تیرے ماتھے پہ کچھ لکھا دیکھا۔ عرض کی میرے ماتھے پہ کیا تحریر ہے۔ مجذوب نے کہا اس تحریر کی یہ تفسیر ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

بات سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اپنی تمنا بتائی۔ کہ اگر میں چھوڑ دوں ایران کو۔ بغرض تجارت جاؤں ہندوستان کو۔ آپ دیکھیں آئینہ ادراک میں۔ کہ پھنس تو نہ جاؤں گا گردش افلاک میں۔ وہ لگے بولے۔ اسرار لگے کھولنے۔ تو یہ کہا، دو مخمور آنکھیں ان پر سب کچھ قربان تو تجارت کرے گا جذبوں کی" جب گیا یہ یہودی گھر۔ چھوڑ آیا کہیں قلب و نظر۔ پاؤں رکھتا اِدھر پڑتا اُدھر۔ کیا کوچ کا ارادہ۔ فوراً رخت سفر باندھا۔ فارس کا بحر بے کنار۔ کشتیاں روانگی کو تیار۔ کشتی میں ہوا سوار۔ جتنے سوار تھے۔ تجار تھے۔ یہ سب انسان جا رہے تھے ہندوستان۔ پوچھنے لگا میں پہلی دفعہ جا رہا ہوں ہندوستان۔ بتاؤ اتروں کہاں ؟ وہ سب بولے اکٹھے۔ تم اترو شہر ٹھٹھے۔ یہ ٹھٹھا کے ساحل پہ اترا۔ سرائے گیا غسل کیا ہوا صاف ستھرا۔ یہاں اسلام کا چرچا تھا۔ ہر ایک مخلص تھا سچا تھا۔ وہ بوڑھا جوان خواہ بچہ تھا۔ اسلامی اثار تھے۔ مساجد تھیں ان کے بلند وبالا مینار تھے۔ ایک دن سحر کو یہ جاگا۔ ہر طرف اذان کی گونج یہ آواز کے پیچھے بھاگا۔ مسجد کو جا رہے تھے بوڑھے، بچے اور جوان۔ چل پڑا یہ بھی مضطرب و حیران۔ وہ داخل ہو گئے سجدہ گاہ میں۔ یہ باہر کھڑا رہا راہ میں۔ پیچھے مقتدی آگے امام۔ سبحان اللہ کیا نظام۔ بعد از نماز۔ ہوا دعا کا آغاز۔ ہوا مصروف فغاں ہر ایک پیر و جواں۔ عجب سماز یر آسماں۔ تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں۔ یہ بیقرار رک گیا آرام جاں۔ یہودی دیکھ رہا تھا یہ نظارہ۔ تو پیچھے سے کسی نے پکارا۔ تم مسجد میں کیوں نہیں جاتے؟ اپنے خدا کو کیوں نہیں مناتے؟ کہنے لگے میں مسلمان نہیں۔ میرے دل میں ایمان نہیں۔ وہ آدمی اس یہودزادہ کو مسجد میں امام کے پاس لے گیا۔ اور کہا اسے کلمہ پڑھا دو۔ قبائے دینِ یہود اتارو اور اسلام کا جامہ پہنا دو۔ نام رکھا سعید۔ غیر مسلموں کیلئے تھی وعید۔ پوچھنے لگے ہندو کیوں چھوڑا دینِ یہود۔ اسے کیوں اپنایا اس میں کیا پایا۔ سنتے مگر رہتے خموش۔ سنے صرف نوائے سروش۔ گفتگو کرنے میں برہمن تھے پیش پیش۔ بدل

بدل کر آتا ہے شیطان بھیس۔ ایک برہمن، کیئے لاکھوں جتن۔ مگر مٹا نہ سکا اسلام کی لگن۔
اس کی کوشش تھی یہ ہٹ جائے۔ محبتِ اسلام گھٹ جائے۔ ایک دن کہا کل ہوں گے
آپ میرے مہمان۔ میرا گھر فردوس بر اماں۔ میں صدقے میں قربان۔ سرمد پہنچے صبح
تڑکے۔ ہندو نے استقبال کیا آگے بڑھ کے۔ وہ دونوں ہوئے سخن گو۔ ہندو نے پوچھا۔ تم
نے دین یہود کیوں چھوڑا۔ سعید نے کہا اس نے میرے احساس کو جھنجھوڑا۔ تو میں یہود
کو چھوڑ کر اسلام کی طرف دوڑا۔ اسلام حساس اور جذباتی انسانوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا
ہے۔ منکروں کو قائل کر لیتا ہے۔ وہ کہنے لگا پھر ہم پہ کیوں نہ ہوا اثر۔ گزر گیا ہے اک
عصر۔ اس میں اسلام کی نہیں قصر۔ تم خود ہو بے بصر۔ سن کر یہ سخن ہوا خستہ تن۔ زور
سے کہا تم نے مجھے بے حس سمجھا۔ سن کر یہ صدا۔ کمرے میں آیا لڑکا۔ پسرِ برہمن۔ سیم
تن۔ گلبدن۔ دیکھ کر چشم و لب و گوش۔ سرمد کے اڑ گئے ہوش۔ سرمد ہو گیا دیوانہ۔ بن
گئی چشم طفل پیمانہ۔ جلوہ رب کا ظہور ہوا۔ سرمد بن پیئے مخمور ہوا۔ ٹکٹکی باندھی لڑکے
کے حسن و جمال پہ۔ بجلی گری برہمن کے خیال پہ۔ وہ لڑکے کو دھکیلتے ہوئے اندر لے
گیا۔ وار فنگی دے گیا۔ آیا لوٹ کے میزبان۔ تو جا چکا تھا مہمان۔ پھر رہا تھا سعید جیسے پی لیا
جام نبیذ۔ برہمن سوچنے لگا مہمانی۔ بن گئی پریشانی۔ سرائے پہنچا وہ برہمن نادان۔ پکڑ لیا
سرمد کا گریبان۔ پکڑ کر جھنجھوڑا۔ تم نے مجھ کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ لوگ سنیں گے تو کیا
کہیں گے۔ رسوائی ہو گی اور طعنے دیں گے۔ سرمد نے کہا اس کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ میں
نے اس میں جو دیکھا ہے۔ وہ کہیں اور نظر نہیں آیا۔ برہمن نے کہا تو مجھے بے عزت
کروائے گا کیا چاہتا ہے ناپائیدار۔ کہا لڑکا سامنے رہے میں دیکھنا چاہتا ہوں مسلسل، متواتر
لگاتار۔ کوئے جاناں جانا آپ کا معمول۔ اور برہمن غمگین و ملول۔ آپ یوں پھرتے جیسے
رند خرابات۔ ڈالتے نظر التفات۔ مگر بند ہوتی روزن ہر باب۔ یہ پھرتے باہر بے تاب۔

ایک روز برہمن نے اکٹھے کیے ہندو تمام۔ کہنے لگا ہائے رام۔ نو مسلم نے مجھے رسوا کر دیا ۔ سکھ سے مجھ کو جدا کر دیا۔ میں اس کو ماروں یا زندہ گاڑ دوں۔ برہمن بولے۔ یہ غضب نہ ڈھائیو۔ سب کو نہ پھنسائیو۔ جب ہو رہی تھی یہ گفتگو۔ تو تھا سعید روبرو۔ جب پنچائیت ہوئی برخاست۔ تو ہر ایک نے کی سرمد سے درخواست۔ اگر تم کو ہے جان پیاری۔ تو ہم نہ دیکھیں صورت تمہاری۔ سرمد پہ کچھ نہ اثر ہوا۔ کافی وقت کھڑے کھڑے بسر ہوا۔ آخر وہ گئے سرائے۔ کوئی اپنا نہیں سب پرائے۔ اب فرزانگی نہیں دیوانگی ہے۔ اب قال نہیں حال ہے۔ نہ جان کی فکر۔ نہ سامان کا ذکر۔ مالک نے سرائے سے نکال دیا۔ آپ دیوانے کی طرح پھرنے لگے۔ شاعری کرنے لگے۔ اپنا تخلص رکھا سرمد۔ ان کا کلام مشہور ہوا بے حد۔ بن گیا یہ تاجر شاعر۔ روک لیتے کہہ ومہہ باہر۔ اور فرمائش کرتے کہ کچھ سناؤ کیا ہے درد ہم کو بتاؤ۔ ایک روز سرمد نے شہر چھوڑ دیا۔ منہ صحرا کی طرف موڑ لیا۔ یہ انسان بے سروسامان۔ اور سندھ کا ریگستان۔ ہوئے کارواں دیکھ کر حیران۔ اس بیاباں۔ میں ہوئے ہیں اس کے پورے ارمان۔ سر ننگا ہے بدن عریاں تو جوتا پاؤں میں نہیں۔ ہم نے دیکھا ایسا آدمی کسی گاؤں میں نہیں۔ ایک دن وہ مل گیا جس کے لئے تھے پریشان۔ چھوڑ آئے بیاباں۔ دہلی میں آٹھہرے۔ وہاں کے مکّان پہ چھوڑے اثرات گہرے۔ ہر فقیر وامیر۔ ہوا آپ کا اسیر۔ یہ شاہجہاں کا تھا آخری دور۔ اس کے پسر حصول اقتدار کیلئے لگا رہے تھے زوردار شکوہ۔ شجاع اور نگزیب اور مراد۔ آپس میں ناشاد۔ دارا شکوہ علم کا جویا عقلمند و ذہین۔ شاہجہاں نے کہا یہی ہے میرا جانشین ہے۔ دارا شکوہ کو پہنچی خبر۔ کہ دہلی میں آیا ہے اہل نظر۔ دارا شکوہ ہر مسلک و مذہب کے علماء و فقراء کا تھا قدردان۔ اس کے مطالعہ میں رہتے بھگوت گیتا وید اور قرآن دارا شکوہ نے اس مجذوب کو محبوب بنا لیا۔ اس محبت نے سرمد کو اور نگزیب کا معتوب بنا دیا۔ بھائیوں نے کہا دارا شکوہ اسلام کیلئے خطرہ ہے۔ یہ

یہود زادہ سرمد پہ مرتا ہے مراد اور اورنگزیب نے ایک لشکر دیا ترتیب۔ داراشکوہ کو شکست ہو گئی۔ جمیل وادی کے قریب وہ بھاگ گیا۔ اس کا بھاگ (قسمت) گیا اور نگزیب نے آگرے پہ قبضہ جمالیا۔ دھوکے سے شراب پلا کے مراد کو قید کرایا۔ داراشکوہ کے پیچھے اپنے کارندوں کو بھگایا۔ اور نگزیب نے علماء کو حکم دیا دارا کے ہمدرد سرمد پہ کوئی فتوی لگاؤ۔ اسے نظر سے ہٹاؤ۔ علماء نے کہا وہ صرف پڑھتا ہے لا الہ دوسری عریانی۔ تیسرا منکر معراجِ جسمانی۔ علماء نے کہا یہ واجب القتل ہے۔ ذاتی اناء کیلئے مارا کیا عدل ہے؟!!

ایک ولی۔ صوفی، شاعر، قلندر کو صرف اس وجہ سے مار دیا کہ اس نے دارہ شکوہ کا ساتھ دیا۔ مقتل گاہ میں لیجا کر سرمد کا سر اڑادیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیہِ رَاجِعُوْنْ۔ سرمد کے قتل کے بعد بے سکون ہوا مغلیہ خاندان۔ مٹ گیا نام و نشان۔ زندہ ہے سعید۔ وہ ہوا شہید۔

لیاقت علی خاں کا قتل:

لیاقت علی خاں، نواب رستم علی خاں کے گھر پیدا ہوا۔ یہ واقعہ یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو ہوئیدا ہوا۔ ان کا خاندان رہتا تھا ایران میں ۱۸۰۶ء میں وارد ہوا ہندوستان میں آپ نے ۱۹۱۹ء میں بیچلر آف آرٹس کیا پھر آکسفورڈ سے ۱۹۲۱ء میں بارایٹ لا پاس کیا۔ ۱۹۲۲ء میں سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۳ء میں اپنا گھر آباد کیا گورنمنٹ نے اعلی عہدے کی پیشکش کی۔ آپ نے مسترد کی انہوں نے اصرار کیا۔ آپ نے مسلسل انکار کیا۔ آپ بطل جلیل تھے۔ ہر محفل میں ساتھ رہتے تھے۔ قائد ان کو دایاں بازو کہتے تھے۔ قائد کے خلیل تھے۔ قائد انہی پر اعتماد کرتے جب وہ علیل تھے۔ مسلمان ان سے پیار کرتے تھے۔ یہ بھی ان پہ مرتے تھے۔ میں نے دیکھے لیڈر ایسے نہیں کہ مرے ہیں اور بنک میں پیسے نہیں۔ دشمن انگشت بدنداں ہیں۔ اور اپنے بھی حیران ہیں۔ لوگ وزارت میں آکر دولت کماتے ہیں۔ یہ عجیب ہیں سب کچھ لٹاتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کو ملک کے پہلے وزیر

بنے۔پاکستانی قوم کے امیر بنے۔ حکومت کی اس طرح۔حق تھا جس طرح۔گفتگو میں ایسی
دلیل دیتے کہ مخاطب کو موقعہ قلیل دیتے۔ آپ نے قوم کی بے لوث رہبری کی۔
ہربات میں قائد کی پیروی کی۔کہنے لگے چند دشمن اصحاب۔کہ اچھا ہے مر جائے یہ
نواب۔وجہ یہ تھی کہ اسے ملک سے تھا پیار۔اس نے نکال دیئے چند غدار۔یہ غدار غلام
محمد اور مشتاق گورمانی تھے۔کہلاتے مسلمان مگر کردار شیطانی تھے۔انہوں نے ایبٹ آباد
سے ایک قاتل سید اکبر یا صید اکبر بلایا۔اسے سارا منصوبہ سمجھایا۔دس ہزار روپیہ دیا اور
کیا آمادہ۔اس نے بھی قتل کرنے کا کیا وعدہ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو وہ آیا ہوٹل میں۔وہ اندر
رہا جیسے سانپ ہند بوتل میں۔سی آئی ڈی کو خبر تھی۔ایک سپاہی کی اس پہ نظر تھی۔ ۱۶
اکتوبر کو وہ ہوٹل سے باہر آیا وقت گزرا سہ پہر آیا۔ماؤزر لیا چار گولیاں ڈالیں چلا جلسہ گاہ
میں۔میں حیران ہوں کہ اس قدر مشکوک آدمی کو سی آئی ڈی نے کیوں نہ روکا راہ میں۔
ایک لاکھ کے رش میں۔یہ بیٹھا قائد سے دس فٹ دور دوسری صف میں۔وزیراعظم
آئے۔لوگوں نے نعرے لگائے۔ مولوی عارف اللہ نے قرآن پڑھا۔ میونسپل کمیٹی کے
چیئرمین صادق نے ایک بیان پڑھا۔ پھر پنڈی مسلم لیگ کے صدر محمد عمر نے آ کر کیا
اعلان۔کہ اب آپ کے سامنے آتا ہے عظیم انسان۔ملک کا نواب لیاقت علی خان۔ شہید
ملت نے آتے ہی مکا لہرایا برادران ملت۔السلام علیکم ہی تھا فرمایا۔کہ اس ظالم نے ماؤزر
چلایا۔گولی لگی سینے میں۔ مجمع ڈوب گیا پسینے میں۔دو بار کہا لا الہ الا اللہ پھر کہا پاکستان کا
حافظ خدا۔ مجمع میں ہوا شور برپا۔لوگ قاتل سے ہوئے گتھم گتھا۔لوگوں نے پکڑ لیا۔
اپنے حصار میں جکڑ لیا۔اگر یہ زندہ گرفتار ہو جاتا تو اصل چہرہ آشکار ہو جاتا۔ مگر افسوس
دشمن کے کارندے سب انسپکٹر محمد شاہ نے اسے گولی سے مار دیا۔ متن پھاڑ دیا۔لوگ پچھ
نہ جان سکے اصل چہرہ نہ پہچان سکے۔

میں پوچھتا ہوں یہ سوال۔ سی آئی ڈی نے اس کا کیوں نہ رکھا خیال۔ حکومت جانتی تھی۔ تبھی وہ آزادانہ پھر تا رہا۔ وگرنہ تھی اس کی مجال۔ افسوس غدار اپنے ہیں کیا ہو گا اس قوم کا حال اور پھر غور فرمائیں۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ تحقیق کمیشن بٹھائیں لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے کمیشن بٹھادیا۔ مگر نمائندوں کے پیچھے سی آئی ڈی کو لگادیا۔ وہ ان کو تحقیق سے ہٹانے لگے۔ دھمکانے لگے آخر کار اعزازالدین خوشی سے ہوا ہر شار۔ اس نے سراغ پالیا حقیقت کا پتہ چلالیا۔ یہ سن کر خاک پڑ گئی ناپاک چہروں پڑ اداسی چھا گئی دہشت ناک چہروں پہ پھر محفل ہنائی بد کرداروں نے ایک منصوبہ بنایا غداروں نے جس جہاز میں اعزازالدین کیس کی فائلیں لارہا تھا اس کے ساتھ بم فٹ کردیا جب یہ جہاز جہلم پر پہنچا تو دھماکہ ہوا۔ اور ہر شے جل گئی فائل بھی اور قائل بھی۔

افسوس مسلمانو! تم نے ایک عظیم قائد کو مار دیا۔ قائد ملت کے قتل کے متعلق ایک اور بات ہے میرے پاس۔ وہ بھی قرین قیاس۔ ۹ مارچ ۱۹۸۶ء کو جب کراچی میں یہ انکشاف ہوا کہ لیاقت علی خاں کو سعید اکبر نے نہیں مارا بلکہ ایک جرمن نے مارا ہے جس کا نام کنزے تھا۔ یہ پہلے عیسائی تھا پھر مرزائی بن گیا۔ قادیانی گھرانے میں شادی کر کے پاکستان مقیم ہو گیا۔ مشہور سراغرساں جیمز سالومن نے کہا کہ جب لیاقت علی خاں کمپنی باغ تقریر کرنے آئے تو یہ پٹھانوں کے لباس میں وہاں موجود تھا۔ وزیراعظم کو قتل کرنے کے بعد وہ ربوہ پہنچا وہاں سے باہر بھیج دیا گیا۔ سعید اکبر صرف قربانی کا بکرا بنا۔ بہر حال قارئین کرام آپ کو یہ تو ماننا پڑے گا قتل سید اکبر نے کیا یا کنزے مرزائی نے حکومت مکمل طور پر ملوث تھی۔

مصنّف کی دیگر تصانیف

1۔ بسم اللہ اور ہماری زندگی
2۔ بات سے بات
3۔ آہ
4۔ ماں
5۔ باپ
6۔ قتل ہی قتل
7۔ سپر مین ﷺ ان دا ورلڈ
8۔ محبت کیا ہے۔ ؟
9۔ امریکی سکالر کے چار سوالوں کے جواب
10۔ زندگی کیا ہے۔؟ (زیرِ طبع)
11۔ حبل اللہ (زیرِ طبع)
12۔ 52 مقالات (زیرِ طبع)